ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

4

www.tanzeem.org

21 تا 27 جنوری 2014ء/19 تا 25 ربیع الاوّل 1435ھ

## دنیا میں اچھے بُرے حالات کی حقیقت

’’جب کوئی شخص یا قوم ایک طرف تو حق سے منحرف اور فسق و فجور اور ظلم وطغیان میں مبتلا ہو، اور دوسری طرف اس پر نعمتوں کی بارش ہو رہی ہو، تو عقل اور قرآن دونوں کی رو سے یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ خدا نے اس کو شدید تر آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس پر خدا کی رحمت نہیں بلکہ اس کا غضب مسلط ہو گیا ہے۔ اسے غلطی پر چوٹ لگتی تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ خدا ابھی اس پر مہربان ہے، اسے تنبیہ کر رہا ہے اور سنبھلنے کا موقع دے رہا ہے۔ لیکن غلطی پر ’’انعام‘‘ یہ معنی رکھتا ہے کہ اسے سخت سزا دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور اس کی کشتی اس لیے تیر رہی ہے کہ خوب بھر کر ڈوبے۔ اس کے برعکس جہاں ایک طرف سچی خدا پرستی ہو، اخلاق کی پاکیزگی ہو، معاملات میں راستبازی ہو، خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک اور رحمت و شفقت ہو، اور دوسری طرف مصائب اور شدائد اس پر موسلا دھار برس رہے ہوں اور چوٹوں پر چوٹیں اسے لگ رہی ہوں، تو یہ خدا کے غضب کی نہیں، اس کی رحمت ہی کی علامت ہے۔ سنار اس سونے کو تپا رہا ہے، تاکہ خوب نکھر جائے اور دنیا پر اس کا کامل المعیار ہونا ثابت ہو جائے۔ دنیا کے بازار میں اس کی قیمت نہ بھی اٹھے تو پروا نہیں، سنار خود اس کی قیمت دے گا، بلکہ اپنے فضل سے مزید عطا کرے گا۔ اس کے مصائب اگر غضب کا پہلو رکھتے ہیں تو خود اس کے لیے نہیں بلکہ اس کے دشمنوں ہی کے لیے رکھتے ہیں، یا پھر اس سوسائٹی کے لیے جس میں صالحین ستائے جائیں اور فساق نوازے جائیں۔‘‘

تفہیم القرآن

(سورۂ مومنون آیت 56)

سید ابوالاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

دھرتی ماں؟

حقیقتِ تقویٰ

گوہرِ زندگی نہیں!

نفاذِ اسلام اور تنظیم اسلامی

کیا یہی آئین وفاداری ہے؟

قیامِ اسرائیل کے لیے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ اور جنگ عظیم کا منصوبہ

# شیطان کا چیلنج

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الحِجر | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | (آیات 39 تا 43)

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ ہٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوۡعِدُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۳﴾

**آیت ۳۹** ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغۡوَیۡتَنِیۡ﴾ ’’اُس نے کہا: اے میرے پروردگار! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے‘‘

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ ابلیس اپنی اس گمراہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہا ہے۔

﴿لَاُزَیِّنَنَّ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ ’’میں یقیناً مزین کر دوں گا ان کے لیے زمین میں (دنیا کو) اور میں ضرور گمراہ کر دوں گا ان سب کو۔‘‘

کہ میں اولادِ آدم کے لیے زمین میں دنیا کی رونقوں اور اس کی آرائش و زیبائش کو اس حد تک پُرکشش بنا دوں گا کہ وہ اس میں گُم ہو کر آپ کو اور آپ کے احکام کو بھول جائیں گے۔ اس طرح میں ان سب کو آپ کے سیدھے راستے سے گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔

**آیت ۴۰** ﴿اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۴۰﴾﴾ ’’سوائے تیرے اُن بندوں کے جن کو تو ان میں سے (اپنے لیے) خالص کر لے۔‘‘

مخلَصین (لام کی زبر کے ساتھ) سے مراد وہ بندے ہیں جنہیں اللہ خاص اپنے لیے چُن لے یعنی اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندے۔ اللہ کے ایسے بندوں کے بارے میں شیطان کا اعتراف ہے کہ ان پر میرا زور نہیں چلے گا۔

**آیت ۴۱** ﴿قَالَ ہٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ﴿۴۱﴾﴾ ’’اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والا ہے۔‘‘

یعنی میرے اور تمہارے درمیان یہ معاملہ طے ہو گیا، تمہیں مہلت دے دی گئی۔ مجھ تک پہنچنے کا راستہ بالکل واضح ہے۔ تم اولادِ آدم کو اس راستے سے بہکانے کے لیے اپنا زور آزما لو۔

**آیت ۴۲** ﴿اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ﴾ ’’یقیناً میرے بندوں پر تجھے کچھ اختیار نہیں ہو گا‘‘

یعنی صرف ’مُخلَصین‘ ہی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ کسی انسان پر بھی تجھے اختیار نہیں ہو گا۔

﴿اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ﴿۴۲﴾﴾ ’’سوائے اُن کے جو خود تیری پیروی کریں گمراہوں میں سے۔‘‘

جو لوگ ’’غاوین‘‘ میں سے ہوں گے، خود ان کے اندر سرکشی ہو گی، وہ خود اپنی نفس پرستی کی طرف مائل ہو کر تیری پیروی کریں گے، ان کو لے جا کر تو گمراہی کے جس گڑھے میں چاہے پھینک دے اور جہنم کی جس وادی میں چاہے ان کو گرا دے، مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن میرے کسی فرمانبردار بندے پر تجھے کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔

**آیت ۴۳** ﴿وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوۡعِدُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ’’اور یقیناً جہنم ہی ان سب کا موعود ٹھکانہ ہے۔‘‘

جو لوگ بھی تیری پیروی کریں گے ان سب کے لیے جہنم کا وعدہ ہے۔

## فرمان نبویؐ

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم :

((اِنَّ الۡعَبۡدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالۡکَلِمَۃِ مِنۡ رِضۡوَانِ اللّٰہِ لَا یُلۡقِیۡ لَھَا بَالًا یَرۡفَعُہُ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الۡعَبۡدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالۡکَلِمَۃِ مِنۡ سَخَطِ اللّٰہِ لَا یُلۡقِیۡ لَھَا بَالًا یَھۡوِیۡ بِھَا فِیۡ جَھَنَّمَ)) (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے، جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (اور متکلم) اس بات کی شان کو نہیں جانتا۔ (یعنی معمولی سمجھتا ہے۔ پر) اللہ تعالیٰ اس بات کے سبب اس کو بڑے مرتبے عطا کرتا ہے۔ اور بے شک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ (اور متکلم) اس بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتا۔ (معمولی جانتا ہے۔ لیکن) اسی ایک بات پر دوزخ میں جا گرتا ہے۔‘‘

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دھرتی ماں؟

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے لندن سے کراچی میں ایک اجتماع سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ مہاجروں کو ان کے حقوق دیے جائیں، وگرنہ انہیں ایک الگ صوبہ بنا دیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو بات الگ ملک تک جاسکتی ہے۔ ان کے اس بیان پر ملک بھر میں طوفان کھڑا ہو گیا خصوصاً سندھ میں قوم پرستوں نے اور پاکستان پیپلز پارٹی نے اسے سندھ کی تقسیم قرار دے کر سندھیوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ قرار دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ سندھ ہماری ماں ہے اور ماں کی تقسیم کوئی قبول نہیں کرتا۔ بلاول بھٹو نے سندھی میں کہا: مرسوں مرسوں پر سندھ نہ ڈیسو یعنی مرتے مرجائیں گے سندھ نہیں دیں گے"۔ اسی نوعیت کے بیان سندھی قوم پرستوں کے بھی سامنے آئے اور اندرون سندھ ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔ اتنے شدید ردعمل پر الطاف حسین دفاعی پوزیشن میں چلے گئے اور سندھ ون اور سندھ ٹو کا فارمولا پیش کر دیا، لیکن مذکورہ جماعتوں نے اس فارمولا کو بھی بری طرح رد کر دیا۔

الطاف حسین کے بیان کے تین حصے ہیں۔ پہلے میں مہاجروں کے حقوق کا مطالبہ کیا ہے۔ دوسرے میں الگ صوبے کا مطالبہ کیا ہے اور آخر میں الگ ملک بنانے کی دھمکی دی ہے۔ ہماری رائے میں پہلے دو حصوں میں ان کے مطالبات حق بجانب ہیں، سوائے اس کے کہ وہ مہاجروں کی بجائے شہریوں کا لفظ استعمال کرتے اور کراچی و حیدر آباد کے شہریوں کے حقوق کا مطالبہ کرتے۔ انہیں 66 سال بعد مہاجرانہ ذہنیت سے اب بالاتر ہو جانا چاہیے۔ بہر حال ہر شخص، ہر گروہ اور ہر جماعت کو حق حاصل ہے کہ وہ جائز حقوق کا مطالبہ کرے اور اگر مطالبات پورے نہیں ہوتے تو الگ صوبہ بن جانے سے کون سا پہاڑ گر جائے گا، رہیں گے تو پاکستان ہی کا حصہ۔ تقسیم ہند کے بعد بھارت میں کئی نئے صوبے بنے ہیں۔ آخر انگریز کے بنائے ہوئے صوبے اتنے مقدس کیوں سمجھے جانے لگے ہیں۔ البتہ الگ ملک بنانے کی باتیں کرنے سے درحقیقت ایم کیو ایم کی منافقت اور باطنی خباثت کا اظہار ہوتا ہے۔ جب بھی ان کے سامنے جناح پور کے منصوبے کا ذکر ہوتا ہے تو وہ قسمیں کھانے لگتے ہیں، یہ ہم پر الزام ہے، یہ جھوٹ ہے۔ یہ دشمن ہمارے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ لیکن ہر تیسرے دن خود الطاف حسین یا ایم کیو ایم کے دوسرے ذمہ داران الگ ملک کی دھمکیاں بھی دیتے رہتے ہیں۔ یا تو صاف صاف کہیں کہ ہم لسانی بنیادوں پر نیا ملک بنانا چاہتے ہیں اور اگر اس کی تردید کرتے ہیں تو پھر بار بار اس بات کو زبان پر لانے سے باز رہیں۔

اب آ جایئے ردعمل کی طرف، سندھ کے علاوہ دوسرے صوبوں سے تو رسمی سا ردعمل ہوا ہے۔ شدید بلکہ شدید ترین ردعمل تو پاکستان پیپلز پارٹی جس کی سندھ میں حکومت ہے اور سندھ قوم پرستوں کی طرف سے سامنے آیا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی لسانی بنیادوں پر الگ صوبہ بنانے کی مخالفت کس منہ سے کر رہی ہے جبکہ پنجاب میں لسانی بنیاد پر ہی سرائیکی صوبے کے قیام کے لیے اپنے گزشتہ دورِ حکومت میں جہاد کرتی رہی ہے اور اگر انہیں پنجاب اسمبلی میں اکثریت حاصل ہوتی تو وہ یہ کام کر گزرتی۔ سوال یہ ہے کہ جو کام پنجاب میں جائز اور حلال ہے وہی کام اسی بنیاد پر سندھ میں ناجائز اور حرام کیوں ہے۔ سندھ ماں ہے اور اس کی تقسیم گناہِ عظیم ہے تو پنجاب لاوارث اور یتیم کیوں ہے؟ یہ جو دھرتی کو ماں کہا جاتا ہے اس کے بارے میں ایک صاحب دانش کا ایک خوبصورت قول سامنے آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ دھرتی کو ماں کہنے والے اس کے فرزند جس قدر جلد اور جس انداز میں اس ماں سے بے وفائی کرتے ہیں اور برا وقت آنے پر اس ماں سے علیحدہ ہوتے ہیں بلکہ اس پر تین حرف بھیجتے ہیں اور اس سے لاتعلقی اختیار کرتے ہیں، شاید ہی کسی اور تعلق میں ایسی مکمل


ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 جنوری 2014ء — جلد 23
19 تا 25 ربیع الاوّل 1435ھ — شمارہ 4

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور- 54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور- 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جدائی اور لاتعلقی سامنے آتی ہو۔ ہم اس قول کو صد فی صد درست سمجھتے ہیں۔ جب تک اس ماں کی چھاتیوں میں دودھ رہتا ہے، یہ نام نہاد فرزندانِ دھرتی اس سے چمٹے رہتے ہیں۔ اس کی کوکھ سے برآمد ہونے والے رزق سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے چشموں اور قریب سے گزرنے والے دریاؤں کے پانی پر ان کی زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسان بستیاں دریاؤں کے سنگ بساتا تھا' زرخیز زمین سے پیٹ بھرتا تھا اور زندگی گزارتا تھا۔ لیکن جونہی کسی مقام پر چشمے خشک ہو جاتے یا دریا سوکھ جاتا' زمینیں بنجر ہو جاتیں' رزق ناپید ہو جاتا تو انسان بوریا بستر لپیٹتے اور آگے کی راہ لیتے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے کہ ماں رو رہی ہے یا سو رہی ہے۔

کسی بھی علاقے کے لوگ اگر اپنی دھرتی کو ماں کہیں تو انہیں سو جواب دیے جا سکتے ہیں لیکن مسلمانانِ پاکستان اگر اپنی دھرتی کو ماں کہیں تو انہیں ایک اضافی مضبوط اور مدلل جواب دیا جا سکتا ہے۔ 1947ء سے پہلے جب بزرگ لے کر رہیں گے پاکستان اور تقسیم ہند کی باتیں کر رہے تھے تو ہندو کا جواب کیا تھا' ہندوستان ہماری ماں ہے، ہم اپنی ماں کو تقسیم نہیں ہونے دیں گے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کے قیام اور ہند کی تقسیم کا نعرہ بھی سب سے پہلے سندھ سے لگا۔ سندھ اسمبلی نے قراردادِ پاکستان منظور کی اور بالآخر ہندوؤں کی ماں ہندوستان کو یوں کاٹا جیسے کیک کاٹتے ہیں۔ اگر کل ہندوؤں کی ماں ہندوستان کو کاٹ دینا جائز اور درست تھا تو آج سندھ کی تقسیم کیوں تکلیف دے رہی ہے۔ آپ نے تو ہندوؤں کی ماں کو کاٹ کر علیحدہ ملک بنا لیا، سندھ کی تقسیم سے تو صرف نیا صوبہ بنے گا۔ پھر یہ کہ اگر پاکستان پیپلز پارٹی دیانت اور محنت سے سندھ کی شہری آبادی کی خدمت کرتی ہے تو کراچی اور حیدر آباد جیسے شہروں کے لوگ آج اگر ایم کیو ایم کو ووٹ دیتے ہیں تو کل وہ PPP کے گن گائیں گے، لہٰذا محنت اور خدمت کی ضرورت ہے۔ چکنی چپڑی باتوں سے کام نہیں بنے گا۔ پی پی پی کی کارکردگی سے تو اب دیہی سندھ بھی مایوس ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ماں دھرتی کا فلسفہ ہی غیر فطری ہے اور سیاسی استحصال کے لیے بطور نعرہ استعمال کیا جاتا ہے۔ خصوصاً مسلمان کا اس فلسفہ سے کیا تعلق جڑتا ہے۔ اسلام آفاقی دین ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک بعثت کل انسانیت کی طرف تھی۔ آپؐ آخری نبی اور رسول تھے اور آپ کی رسالت تا قیامت ہے۔ قرآن پاک تا قیامت محفوظ ہے۔ مسلمان کے لیے تمام دنیا کو مسجد بنا دیا گیا۔ مسلمان کو کسی خاص علاقے یا زمین سے باندھا نہیں گیا۔ مسلمانوں پر دن میں پانچ وقت نماز فرض ہے اور دنیا بھر میں ہر وقت کسی نہ کسی مقام پر فرض نماز کی ادائی ہو رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ سارا جہاں ہمارا ہے۔ اور یہ بات بھی عقل میں سماتی ہے کہ بالآخر اس آفاقی دین اسلام کا ہی عالمی غلبہ ہوگا اور شاید یہی وجہ ہے کہ سکندر اعظم، ہٹلر اور انگریزوں نے جو اپنے اپنے وقت کی عظیم ترین قوت تھے، دنیا کے بڑے حصے پر قبضہ کیا لیکن سب کے سب مکمل عالمی غلبہ حاصل کرنے میں ناکام ہوئے۔ عجب عبرت کا سامان ہے کہ امریکہ جو انسانی تاریخ کی سب سے بڑی عسکری، سیاسی اور اقتصادی قوت کی حیثیت سے سامنے آیا تھا، نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے عالمی غلبہ کا خواب دیکھ رہا تھا، وہ دنیا کی پسماندہ ترین افغان قوم سے شکست کھا کر اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ اگرچہ عالمی غلبہ کا خمار اُسے ابھی تک مدہوش کیے ہوئے ہے اور مست ہاتھی کی طرح دنیا میں تباہی و بربادی پھیلا رہا ہے، لیکن دیکھنے والوں نے بھانپ لیا ہے کہ یہ دریا بھی اب اتر رہا ہے۔ اس سیلابی ریلے کے آگے بھی بہت سی چٹانیں حائل ہیں۔ لہٰذا امریکہ کے ہاتھوں مزید تباہی و بربادی کی توقع تو ہے، لیکن عالمی غلبہ والا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ البتہ ہم مسلمانوں خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ ہے جنہوں نے ملک اسلامی نظام کے قیام کا نعرہ لگا کر حاصل کیا تھا۔ اسلام کا عالمی غلبہ تو اٹل ہے' نوشتہ دیوار ہے' آنکھوں دیکھی چیز سے بھی بڑھ کر ایک حقیقت ہے، صرف اور صرف اس لیے کہ فرمانِ رسول مقبولؐ ہے جو صادق المصدوق تھے جن کی مبارک زبان سے حق کے سوا کچھ جاری نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب خود آپؐ کے دور میں اسلام کا عادلانہ نظام انسانی کوششوں سے قائم ہوا تھا تو آج یہ ماورائی انداز میں اور معجزانہ طور پر بغیر انسانی کوشش اور جدوجہد کے کیسے قائم اور نافذ ہو جائے گا؟ اگر یہ کوشش' یہ جہاد ہم نہیں کریں گے تو اللہ اپنی سنت کے مطابق ہماری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔ وہ جس سے چاہے اور جیسے چاہے کام لے لے۔ کتنی بڑی بدنصیبی ہوگی اگر ہم ڈرائنگ رومز میں بیٹھ کر اسلامی نظام کے ثمرات پر بحث کرتے رہے اور کوئی اور میدان میں نکل کر عملی جہاد کرے اور اپنی ذات اور معاشرے میں اسلام کا نفاذ کر کے بازی لے جائے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کا عالمی غلبہ ایک ہونی ہے' شدنی ہے، پھر ہم اپنے کندھے پیچھے کر کے بدنصیب اور نامراد کیوں ٹھہریں۔ اور یہ بھی جان لیں کہ یہ خطہ دین اسلام سے کیسے منور ہوگا، اس طریقہ کار کے لیے بھی ہمیں سیرت نبویؐ کو دیکھنا ہوگا اور سنتِ رسولؐ ہی کی پیروی کرنا ہوگی۔ آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ کوئی دھرتی ہماری ماں نہیں ہے۔ ہمیں تو اپنے حقیقی ماں باپ جنہوں نے ہمیں جنم دیا ہے اور وہ اولاد جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے انہیں بھی اللہ' رسول ﷺ اور اُس کے دین کے قیام کے لیے فدا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا ہوگا۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

## معمارِ پاکستان نے کہا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے 'ضابطۂ حیات' پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی ہیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے: "مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔""

(14 فروری 1948ء)

# حقیقتِ تقویٰ

## سورۃ الحشر کی آیت 18 کی روشنی میں

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 10 جنوری 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

سورۃ الحشر کے تیسرے رکوع کی چند آیات ابھی آپ نے سماعت فرمائی ہیں۔ یہ رکوع اکثر مسلمانوں کو یاد بھی ہے اور اس کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ایک خوبصورت گلدستہ آیا ہے۔ قرآن مجید میں کسی ایک جگہ پر اسمائے حسنیٰ کی یہ سب سے بڑی تعداد ہے۔ یہ رکوع اکثر پڑھا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے جن بڑے حصوں کو قراء اکثر بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں، ان میں یہ رکوع بھی شامل ہے۔ سورۃ الحشر کے جو دو رکوع ہم پڑھ چکے ہیں اُن کے ساتھ سلسلۂ مضمون جوڑتے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے یہاں ایک دم مضمون بدل گیا ہے۔ پہلے رکوع کے آغاز میں اللہ کی تسبیح کا بیان ہے۔ اس کے فوراً بعد سیرت کے ایک اہم واقعہ غزوۂ بنونضیر کا تذکرہ ہے اور یہود کا گھناؤنا کردار سامنے لایا گیا کہ وہ کس طرح سے عہد شکنی اور مسلمانوں بالخصوص رسول خدا ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ بنونضیر نے نبیؐ کو شہید کرنے کی سازش کی تھی، جو طشت ازبام ہوگئی۔ اس پر نبی ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا ہے اور اللہ کی غیبی مدد آئی۔ یہاں اس کا بھی بڑے اہتمام کے ساتھ ذکر ہے۔ یہود مضبوط قلعوں میں تھے اور مہینوں اندر گزارہ کر سکتے تھے۔ ان کے پاس وافر اسلحہ بھی تھا، لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ معافیاں مانگتے ہوئے قلعوں سے باہر نکل آئے۔ اللہ کی غیبی تائید اس سے پہلے بھی غزوۂ بدر میں سامنے آئی تھی، جب 313 نہتے مسلمان ایک ہزار کے اسلحہ سے لیس لشکر سے بھڑ گئے تھے، جو پوری تیاری سے آیا تھا۔ پھر یہاں مال فے کا بھی قانون آ گیا، اور اس کی تقسیم کے حوالے سے سچے مسلمانوں کے کردار اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل اور نبی ﷺ کی بے چون و چرا اطاعت کو نمایاں کیا گیا۔ پھر مہاجرین اور انصار کی آپس میں محبت اور انصار کا بھی ذکر کر دیا گیا، تا کہ قیامت تک جب پھر کبھی ایسے مراحل آئیں تو نمونہ عمل کے طور پر انصار کا یہ کردار مسلمانوں کے سامنے رہے۔ یہ کردار بعد میں آنے والوں کے لیے رول ماڈل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سچے امتی کون ہیں؟ ان کا کردار کیا ہوتا ہے؟ یہ آپس میں کس قدر رحیم ہوتے ہیں؟ دین کے حوالے سے ان کا کردار کیا ہوتا ہے؟ اطاعت رسولؐ کے حوالے سے اُن کی روش کیا ہوتی ہے؟ اور اس کے بالکل برعکس اسی معاشرے میں موجود طبقہ منافقین کے لوگ جو عبداللہ ابن ابی کے زیر اثر تھے، یا بعض مالدار لوگ جو جان، مال اور

ترتیب و تلخیص: ابو اکرام

اولاد کی محبت کی وجہ سے راہ جہاد میں نہ نکلتے اور قربانی اور سختیوں سے گھبرا کر پیچھے رہتے تھے، اُن کا کردار بھی نمایاں کر دیا گیا۔ منافقین کی سب سے بڑی خصلت یہ تھی کہ ان کی دوستیاں اللہ کے دشمنوں (یہود) کے ساتھ تھیں۔ یہ یہود سے وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ یہ کردار آج کے دور میں بھی صاف نظر آتا ہے۔ یہ شیطانوں والا کردار ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد تیسرا رکوع شروع ہوتا ہے جس کے آغاز میں ایک نصیحت کا سا انداز ہے۔ فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ ﴾ (الحشر: 18)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔''

یہاں ایمان والوں کو تقویٰ کی نصیحت کی جا رہی ہے۔ یہ نصیحت قرآن مجید میں ہر سطح پر موجود ہے۔ یہ میرے اور آپ کے لئے سب سے زیادہ قیمتی نصیحت ہے۔ منافقین کا اصل المیہ ہی یہ تھا کہ ان کے اندر تقویٰ کی کمی تھی۔ خدا خوفی نہیں تھی۔ وہ آخرت کو بھولے ہوئے تھے۔ انہوں نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا تھا۔ لہٰذا نبیٔ رحمت ﷺ کی صحبت میسر آنے کے باوجود فلاح و کامیابی سے محرومی اُن کا مقدر ہوئی۔ عبداللہ ابن اُبی ظاہراً مسلمانوں والی تمام عبادات کرتا تھا، لیکن حقیقت میں حضور ﷺ سے معاندانہ رویہ رکھتا تھا۔ جیسے آج کے سیکولر لوگوں کو کریدیں تو اُن کے دلوں سے اسلام کے حوالے سے غلاظت ہی برآمد ہو گی۔

''تقویٰ'' کا لفظ قرآن حکیم میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے، لیکن اس کے حقیقی مفہوم سے عام لوگ بہت کم آشنا ہیں۔ ''تقویٰ'' کا ترجمہ اللہ سے ڈرنا کیا جاتا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ بات صحیح ہے، لیکن اس کا اصل مفہوم ڈرنا نہیں، بچنا ہے۔ دیکھئے، ہم اپنی نمازوں میں اللہ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ ﴿وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''(خدایا) ہمیں بچا لے نار (جہنم) کے عذاب سے''۔ سورۃ الانفال میں فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ﴾ (آیت: 25) ''اور اس فتنے سے بچو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں۔'' یعنی جب اللہ کا عذاب آئے گا تو

عام ہوگا صرف خاص مجرموں پر ہی نہیں آئے گا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فرشتوں کی اہل ایمان کے لیے دُعا کے الفاظ ہیں: ﴿ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ط ﴾ (المومن:9) ’’(پروردگار) انہیں برائیوں سے بچالے۔‘‘ معلوم ہوا کہ لفظ تقویٰ کا بنیادی مفہوم بچنا ہے۔ عام طور پر انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جس سے کسی نقصان یا پکڑ کا اندیشہ ہو اس سے بچتا ہے۔

قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں سارا زور ہی انذار پر ہے۔ قرآن انسان کو اس کا انجام بد یاد دلاتا اور جہنم سے ڈراتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بچو، ڈرو، اس جہنم سے جو تیار کی گئی ہے نافرمانوں ، بدکاروں اور کافروں کے لئے۔ ’’اتقوا اللہ‘‘ کے معنی ہیں: ’’اللہ سے بچو‘‘۔ اللہ سے بچنے کے معانی ہیں: اللہ کی ناراضی سے بچنا، اس کی نافرمانی سے بچنا، اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرنا۔ اس لیے کہ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو اللہ کا عذاب مجرموں کا منتظر ہے، جس کا بار بار قرآن میں اور حضور ﷺ کی احادیث میں ذکر آتا ہے۔

تقویٰ کا یعنی اللہ کا خوف اختیار کرو، اس معنی میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کوئی ایسی ہستی ہے کہ جس سے انسان ہر وقت خوفزدہ رہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قہار بھی ہے، لیکن وہ رحمان اور رحیم بھی ہے۔ اس کے ساتھ ایک بندۂ مومن کے تعلق کی کیفیت کچھ ایسی ہے کہ ایک طرف وہ اس کی رحمت کا اُمید وار رہتا ہے، تو دوسری طرف اسے اللہ کی پکڑ کا بھی احساس ہوتا ہے۔ ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ ایک سعادت مند بیٹے کو اپنے شفیق باپ کی ناراضی کا ڈر ہوتا ہے۔ رب رحمان و رحیم نے بہر حال قانون جزا و سزا بنایا۔ اُس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسان کو یہ حکم دیا کہ میری بندگی کرو۔ یہ دنیا کی زندگی عارضی اور مہلت عمل ہے، اسے میری وفاداری میں گزارو۔ زندگی میں کھاؤ پیو، لیکن حرام سے بچو، جائز اور ناجائز کو ملحوظ رکھو۔ تمہارے اندر جو جبلی تقاضے اور داعیات رکھے گئے ہیں، ان سب کے لیے جائز راستہ اختیار کرو۔ اس کا بدلہ یہ ہوگا کہ تمہیں آخرت میں عظیم ترین نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ نعمتیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں، نہ کسی کان نے اُن بارے میں سنا اور نہ کسی دل میں ان کا کبھی خیال ہی پیدا ہوا۔ ساتھ ہی یہ وعید بھی سنادی کہ اگر میری بندگی کی بجائے بغاوت کا راستہ اختیار کرو گے اور میرے باغی شیطان کے راستے پر چلو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ اس سزا سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ ہو، تم گناہوں سے بچو، حرام سے مجتنب رہو، اللہ کی نافرمانی سے بچو، اور اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی فکر کرو۔

تقویٰ کی روح اللہ کے سامنے حاضری اور جوابدہی کا خوف ہے۔ سورۃ النازعات میں فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (٤٠) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (٤١)﴾ ’’اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔‘‘ یہ بات ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہماری ہر چیز ریکارڈ ہو رہی ہے۔ ایک تو فرشتے بھی سب کچھ ریکارڈ کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ خود علیم و بصیر ہے۔ اُسے ہماری نیتوں تک کے بارے میں علم ہے۔ روز قیامت ہم اللہ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے تو وہ ہر شے کا حساب لے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ’’قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے کوئی شخص ہٹ نہ سکے گا یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں کھپائی؟ دین کے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور اسے کہاں خرچ کیا؟ اپنے

**پریس ریلیز 17 جنوری 2014** **حافظ عاکف سعید**

## پشاور میں تبلیغی جماعت کے مرکز میں دھماکہ اسلام دشمن قوتوں کی کارستانی ہے

## دھماکہ دیوبندیوں کو باہم متصادم کروانے کے لیے کیا گیا ہے

## دہشت گردی پر قابو پانے کے لیے بیرونی خفیہ ایجنسیوں

## اور اُن کے ایجنٹوں کو فوری طور پر ملک سے نکالا جائے

## طالبانائزیشن سے خوفزدہ ہونے کی بجائے پاکستان میں اسلام نافذ کیا جائے

پشاور میں تبلیغی جماعت کے مرکز میں دھماکہ اسلام دشمن قوتوں کی کارستانی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبۂ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکی خفیہ ایجنسیاں پہلے شیعہ سنی فسادات کرانے کی کوشش کرتی رہیں، پھر بریلوی اور دیوبندیوں کے درمیان محاذ آرائی کرانے کی کوشش کی گئی اور اب پشاور کے تبلیغی مرکز میں یہ دھماکہ دیوبندیوں کو باہم متصادم کروانے کے لیے کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن پاک سے اپنا رشتہ کمزور کر کے مسلمان ایک دوسرے سے دور ہو گئے جس کا اسلام دشمن قوتیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ انکشاف کہ اہل سنت کے شمس الرحمٰن معاویہ اور اہل تشیع کے علامہ ناصر کو ایک ہی گروہ نے قتل کیا تھا، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ امریکہ کی بلیک واٹر جیسی دہشت گرد تنظیمیں پاکستان میں دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہیں۔ حکومت پاکستان اگر دہشت گردی پر قابو پانا چاہتی ہے تو اُسے فوری طور پر ان خفیہ ایجنسیوں اور اُن کے ایجنٹوں کو ملک سے نکالنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے تمام اختلافات قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے سے ختم ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ طالبانائزیشن سے خوفزدہ ہونے کی بجائے پاکستان میں اسلام نافذ کر دیا جائے تو دہشت گردی سمیت ملک کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

جسم (اور جوانی) کو کس کام میں گھلایا؟'' (ترمذی) اگر انسان یومِ جزا کا خیال ذہن میں رکھے اور ہر کام کرنے سے پہلے دیکھے کہ کہیں اللہ کا حکم تو نہیں ٹوٹ رہا، کہیں میں اللہ کو ناراض تو نہیں کر رہا، جو کچھ میں کرنے چلا ہوں، کیا اس کا جواب میں اللہ کو دے سکوں گا، تو پھر وہ شریعت سے انحراف نہیں کرے گا، بلکہ اس کا اتباع کرے گا۔ یہی تقویٰ ہے۔

اگرچہ ہم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم نے کچھ ایسی چیزیں شامل کر دی ہیں جس سے عملاً محاسبۂ اُخروی کا خوف زائل ہو جاتا ہے، مثلاً ہم کہتے ہیں کہ ہم تو بخشے بخشائے ہیں۔ یہی سوچ درحقیقت یہودیوں کی بھی تھی، جس کی قرآن میں سخت مذمت کی گئی۔ ﴿يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ﴾ (الاعراف:169) ''وہ (یہودی بے تامل) دنیائے ادنیٰ کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیے جائیں گے۔'' اور ﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ﴾ (البقرہ:80) ''اور کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔'' کوئی بہت ہی بدکار اور ظالم ہو تو شاید اُسے دنیا کو دکھانے کے لیے چند دن کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے، ورنہ ہمیں جہنم میں ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہنم تو دوسرے لوگوں کے لیے ہے۔ آج اِسی طرح کی چیزوں نے ہمیں بھی عمل سے بیگانہ کر دیا ہے۔ محاسبۂ اُخروی کے حوالے سے اس طرح کی بے خوفی حقیقت میں آخرت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ سورۃ الانفطار میں فرمایا گیا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (٦) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (٧) فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ (٨) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (٩) وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (١٠) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (١١) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (١٢) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (١٣) وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (١٤) يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ (١٥)﴾ ''اے انسان تجھ کو اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے) اعضاء کو ٹھیک کیا اور (تیری قامت کو) معتدل رکھا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا، مگر ہیہات (ہرگز نہیں) تم لوگ جزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر (تمہاری باتوں کے) لکھنے والے۔ جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بیشک نیکوکار نعمتوں (کی بہشت) میں ہوں گے۔ اور بدکردار دوزخ میں۔ یعنی جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے''

آدمی کہتا ہے کہ اللہ تو معاف کرنے کے لئے بہانہ تلاش کرتا ہے۔ وہ 70 ماؤں سے زیادہ رحیم ہے، وہ کیسے سزا دے گا۔ یہ خواہ مخواہ کا ڈراوا ہے۔ یہ اندازِ فکر جو آخرت فراموشی کا باعث بنے اور آدمی محاسبۂ اُخروی سے بے خوف ہو جائے یہ دراصل عملاً تکذیب آخرت کے مترادف ہے۔ اس طرح آدمی اللہ کی تعریف نہیں کرتا بلکہ ایک لاکھ سے زیادہ نبی اور سینکڑوں رسولوں نے آ کر جس بات کی خبر دی ہے اس کا انکار کرتا ہے۔

قرآن حکیم نے اس روش کی مذمت کی ہے اور اس کی جڑیں کاٹ دی ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے یہ احساس ہونا چاہیے کہ اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ سورۃ الطور میں اہل جنت کا قول نقل ہوا ہے۔ اہل جنت جنت میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہوں گے کہ تمہارا وہ کیا عمل تھا کہ تم آج یہاں کامیاب ہو کر جنت میں پہنچے ہو۔ تو اُن کا عام جواب یہ ہوگا کہ ﴿قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾ (آیت:26) ''کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر میں (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے۔''

یہی روحِ تقویٰ ہے۔ افسوس کہ آج تقویٰ کی یہ روح مر چکی ہے۔ قرآن مجید تقویٰ کو جنت میں داخلے کی شرط قرار دیتا ہے۔ سورۃ العصر میں آخرت کے عظیم خسارے سے بچنے کے لئے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿وَالْعَصْرِ (١) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (٢) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ڏ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣)﴾ ''قسم ہے زمانے کی، انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

کہیں فرمایا جاتا ہے کہ جنت متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ کہیں فرمایا گیا: ''متقین مقام امن میں ہوں گے۔'' کہیں فرمایا: ''جو پرہیزگار ہیں، وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔'' ایک جگہ فرمایا: ''جو متقی ہیں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔'' قرآن میں بیسیوں جگہوں پر تقویٰ کو کامیابی کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ ہم دن میں پانچ مرتبہ نماز میں اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔ نماز اللہ کی یاد دہانی اور تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ دنیا کی زیب و زینت انسان کو اپنے اندر گم کر لیتی ہے۔ نماز ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور وہ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ ہمیں اسی کی بندگی کرنی ہے۔

آیت کے دوسرے حصے میں فرمایا:

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (١٨)﴾

''اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

یہ دوسرا بہت اہم مضمون ہے جو یہاں پر آیا اور یہ اسلام کا تصورِ مستقبل ہے۔ دیکھو، تمہارا اصل مستقبل آخرت ہے، دنیا نہیں ہے۔ لہٰذا اُسے سنوارنے کی کوشش کرو۔ عام طور پر ہمارا مستقبل کا تصور یہ ہے کہ اولاد کروڑ پتی بن جائے اور دنیا میں نام پیدا کر لے۔ قرآن کا تصورِ مستقبل آخرت ہے۔ وہ کہتا ہے ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے اپنے کل کے لئے کیا سامان آگے بھیجا ہے۔ ایک دنیا پرست کے نزدیک مستقبل کی فکرمندی کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آیا اُس نے بیمہ پالیسی کرائی ہے، آیا اپنے بڑھاپے کے لیے کیا کچھ بچا کر رکھا ہے۔ اپنی اولاد کے لیے کیا کچھ چھوڑ کر جا رہے ہو۔ لیکن یہ انسان کی کوتاہ نظری ہے۔ ہمارا مستقبل دنیا میں ہے ہی نہیں۔ دنیا تو امتحان گاہ ہے۔ یہاں انسان آخری سانس تک حالتِ امتحان میں ہے۔ کیا امتحان گاہ کے حوالے سے بھی مستقبل کا کوئی تصور کیا جا سکتا ہے؟ آخرت میں اس امتحان گاہ کی کارکردگی دیکھی جائے گی اور آدمی کے کیریئر کا فیصلہ ہو گا۔ آخرت ہی ہمارا اصل مستقبل ہے۔ یہاں کے مستقبل کا تصور باطل ہے۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت اپنا مستقبل اسی دنیا ہی کو بنائے ہوئے ہے۔ آگے نگاہ ہی نہیں جاتی۔ ہمارا سارا میڈیا آپ کو یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ تم نے بڑھاپے کے لئے کیا سامان کیا ہے، تاکہ بھرپور عیش و آرام میں اپنا بڑھاپا گزارو۔ اپنی اولاد کے لیے کیا کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اولاد کے حوالے سے فکر ہونی چاہیے۔ لیکن اس بات کی کہ انہیں دنیا میں ارب پتی بنانا ہے، بلکہ اس بات کی کہ انہیں عذابِ جہنم سے بچانا ہے۔ ہمارا مسئلہ تو یہ ہے۔ یہ بڑی نادانی ہے کہ ہم دنیا کے حوالے سے سب کچھ کریں اور آخرت کو بالکل نظرانداز کر دیں جبکہ آخرت پر ایمان کا دعویٰ بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور تقویٰ کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆

# گوہرِ زندگی نہیں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پورے ملک میں عشق رسالت مآب ﷺ کے غلغلے برپا رہے۔ روشنیاں، نعتیں، دیگیں، حتیٰ کہ بڑے سے بڑے کیک کاٹ کر آپ ﷺ کی ''محبت'' میں نوش جاں فرمائے گئے۔ مساجد کو قمقموں سے تو سجایا گیا مگر 12 ربیع الاوّل کی صبح مسجد نمازیوں کی منتظر رہی۔ فجر میں شنید ہے کہ بمشکل تمام بوڑھوں کی ایک صف تھی۔ ٹھٹھری ہوئی صبح کو تپش عشق میں ڈوبے سجدوں نے نہ گرمایا۔ کاش یہ محبت اتنی پژمردہ، اتنی بے ولولہ نہ ہوتی تو قوم کا مقدر بدل دیتی ؎

عجب ! ایسی محبت ہے فقط دعویٰ سجھاتی ہے
نہ کعبے کی گلی میں تن پہ انگارے بجھاتی ہے
نہ غار ثور میں چپکے سکینت بن کے چھاتی ہے
حرا تک لے بھی جائے قدس سے نظریں چراتی ہے

وہ محبت جو جسدِ واحد مسلم امہ کے شام میں بلکتے نونہالوں، لٹتی عصمتوں، بے امان لاشوں پر آنکھوں میں خون بن کر نہیں اترتی، ظالم کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اس کی درندگی کے ہوش ٹھکانے لگانے کا غم نہیں کھاتی، فکر و فلسفے کی موشگافیاں، گل ہائے عقیدت میں لغت ہائے حجازی کو شرما دینے والے پیرایۂ بیان کی نہیں۔ آج امت کو فرزانوں کی نہیں، دیوانوں کی ضرورت ہے۔ کہاں وہ دور کہ ہر مسلمان رگ باطل کے لیے نشتر تھا اور کہاں آج کا حال کہ بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں۔ تھا ابراہیمؑ پدر، اور پسر آذر ہیں!

آج محبت کے اظہار کے لیے 21 توپوں کی سلامی کے ہوائی گولے تو فائر کیے جاتے ہیں مگر کفر کے مقابل سارا اسلحہ زنگ آلود ہے۔ بقول سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ''مسلمان کی تلوار پر جب شراب اور عورت کا سایہ پڑ جاتا ہے تو یہ لوہے کا بیکار ٹکڑا بن جاتا ہے۔ ہسپتال میں پڑا کمانڈو پرویز عبرت کی یہی داستان ہے، جسے اس قوم نے ملک کی تقدیر بگاڑنے کا بھرپور موقع اور کھلی چھٹی دی۔ اس کے گناہوں میں تمام ادارے، سیاست دان، دینی جماعتیں، عوام...... سب برابر کے شریک ہیں۔ قوم ثمود پر اللہ کا غضب اس امر کا آئینہ دار ہے کہ اللہ کی نشانی پامال کرنے والا، اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا ایک تھا لیکن اس کے پس پشت ایستادہ قوم برابر کی مجرم ٹھہرائی گئی اور خمیازہ اس نے بھگتا (اَللّٰھُمَّ احفظنا) تاہم پرویز کی عبرت انگیز کہانی جگہ لینے والے امریکا کے تمام فدویوں کے لیے کافی ہے۔

امریکا نے پرویز سے منہ موڑ لیا۔ اپنے ریمنڈ ڈیوس کو چھڑوانے کے لیے تو اوباما، ہیلری نے تہلکہ مچا دیا تھا۔ اسے سفارت کار قرار دیا۔ اس ''مسکین'' فدوی کو بیمار تک قرار نہ دلوا سکے، جو عدالتی کارروائی سے بچنے کے لیے اے ایف آئی سی کی محفوظ پناہ گاہ میں جا چھپا ہے۔

کمانڈو کی بیماری تلاش کرتے ہوئے سب ادھ موئے ہو گئے، کوئی قابلِ قبول بیماری فراہم نہ ہو سکی۔ اندرون خانہ چپکے چپکے اپنے مقامی علاقائی کارندوں، خلیجی اہلکاروں کے ذریعے راہ ہموار کی جا رہی ہو تو اور بات۔ ورنہ وہ پرویز کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔ اب وہ صرف الطاف حسین سے آواز لگوائیں گے۔ یوں بھی ان کا کام تو حاضر سروس سے ہوتا ہے۔ پرویز چلا ہوا کارتوس ہے۔ استعمال شدہ ٹشو پیپر ہے (بلکہ شاید استعمال شدہ پیمپر ہے) جس پر امریکہ کی گندگی لگی ہے۔ ڈرون حملہ امریکہ نے کیا، اس کا جرم پرویز نے اپنے کھاتے میں ڈال دیا۔ باجوڑ کے مدرسے پر بمباری، نیک محمد کی شہادت بھی فوج سے قبول کروائی! امریکہ اب کسے کسے سنبھالے۔ یمن، تیونس، مصر ہر جگہ کے ڈکٹیٹروں کو سنبھالنے کی اسے فرصت کہاں! اسے اب شام کو تاخت وتاراج کرنا ہے، کیونکہ احادیث نبوی ﷺ (جو ہم نے چھوڑ دیں۔ انہوں نے ساری پلاننگ آرمیگیڈون کی تیاری کے لئے اس کے مطابق کی) میں شام کے تذکرے انہیں خوفزدہ (Haunt) کرتے ہیں۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ، خالد بن ولیدؓ، صلاح الدین ایوبیؒ والا شام۔ اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کے قدموں تلے رومی سلطنت کا تھراتا ہوا شام! ایران سے نورا کشتی ختم کر دی، شام سے نمٹنے کے لئے، عراق کی تباہ حالی پر شاداں و فرحاں امریکہ شاہ کے دور کی طرح ایران کو علاقے کا تھانیدار بنا کر اسے تھپکی دے رہا ہے۔ اللہ کی بے آواز لاٹھی، برفانی طوفان کی صورت پورے امریکہ، کینیڈا میں تباہی پھیلا رہی ہے۔ قطبین (شمالی، جنوبی) کی سردی کو بھی مات کرتا 'PolarVortex' طوفانی برفانی بھنور امریکہ کی رگوں میں خون جما رہا ہے۔ بیٹھے بٹھائے مریخ سے سردتر ہو گیا۔ پورا نظام منجمد ہو گیا۔ ٹرینیں، ہوائی جہاز، شاہراہیں سب برفاب ہو گئے، معطل ہو گئے۔ 7 جنوری تک 18 ہزار پروازیں منسوخ کی جا چکی تھیں۔ زراعت، مویشی بچانے مشکل ہو گئے۔ تمام دنیا میں دھماکوں سے عام تباہی پھیلانے والے اب خود 'Arctic Blast' یعنی شمالی قطب دھماکہ (شمالی وزیرستان نہیں) کی زد میں ہیں! یہ یقیناً طالبانی دھماکہ ہے کیونکہ اب سرکاری طور پر سکارف اور لانگ انڈر ویئر پاجامے پہننے کا حکم صادر ہو رہا ہے۔ کیا المیہ ہے کہ خواتین تمام حجاب دشمن قوانین کے پرخچے اڑاتے ہوئے اوڑھنے لپیٹنے پر مجبور کر دی گئی ہیں بلکہ گھروں میں مقید کر دی گئی ہیں۔ کچھ ریاستوں میں ایمرجنسی لگا کر باہر نکلنے کی ممانعت ہے۔ گویا حالتِ جنگ ہے۔ جگہ جگہ بلیک آؤٹ ہے، بجلی کا بحران ہے۔ تسلی رکھئے، صرف ہم لوڈ شیڈنگ میں گرفتار نہیں، آقاؤں کے گھر بھی بجلی سے محروم ہیں! اصلاً امریکہ کا درجۂ حرارت اب اس درجۂ حرارت سے ہم آہنگ ہو گیا ہے جو انسانیت کے لئے امریکی ضمیر کا تھا۔ اس قوم کا ضمیر شام، برما، افغانستان، غزہ ہر جا بحرِ منجمد کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ وہ برفاب احساسات اور مردہ ضمیری بگولا بن کر پورے ملک پر چھا گئی۔

پاکستان میں بلیک واٹری ذمہ داریاں اب برطانوی ایم آئی۔6 کے تابع 'ٹارچ لائٹ سلوشن' کو سونپ دی گئی ہیں۔ خفیہ معلومات تک رسائی برائے امریکہ برطانیہ، جاسوسیاں، سرگرمیاں زیرِ زمین جاری رکھنے، انتشار پیدا کرنے، اپنے دشمن (پاکستان کے نہیں) تلاش کرنے، کھوجنے، ٹھکانے لگانے جیسی نوعیت کے فرائض سرانجام دیئے جائیں گے۔ مقامی ایجنٹ، جن میں خواتین شامل ہیں، کی بھرتی بھی کھول دی گئی ہے۔ پہلے کی طرح ڈالروں، پاؤنڈوں کے عوض سب کام ہوں گے۔ صحافیوں، تاجروں، سفارتکاروں، این جی اوز کے بھیس میں نئے ریمنڈ ڈیوس بھی ہوں گے اور شکیل آفریدی بھی! حتیٰ کہ ایک ٹارچ لائیٹیا، رچرڈ تھامس بھاری بھرکم تنخواہ کے عوض پہلے ہی فرانزک سائنس کنسلٹنٹ کے بھیس میں ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ سائنسدانوں کے سینے پر مونگ دلنے کو براستہ دبئی سمگل

ہو کر آنے کی خبر گرم ہے۔ دیکھتے جایئے قتل و غارت گری کی گرم بازاری جسے طالبان کا لیبل میسر ہے۔ پس پردہ عراق سٹائل کرائے کے یہ ٹٹو، مہنگائی، بے روزگاری، بڑھتے پھیلتے انتشار میں ایسی کمپنیوں کا بزنس پھلتا پھولتا ہے۔ کیونکہ ۔۔۔ روٹی تو کسی طور کما کھائے مچھندر۔! رہی باقی ماندہ قوم تو اسے بہلانے کو ہر وقت کچھ نہ کچھ منانے پر لگا رکھا ہے۔ پہلے بلاؤں، جنوں، بھوتوں کا دن ہیلووین۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی سالگرہ، نئے سال کا دن۔ آگے بسنت پھر عالمی یوم عشق فرمائی (ویلنٹائن ڈے) اس دوران شادی بیاہ، عقیقے، سالگراہیں، فیشن شو، موسیقی راگ رنگ کے اکٹھ۔۔۔ کون کہتا ہے معیشت ڈوب رہی ہے، زراعت تباہ ہوگئی ہے، صنعتیں بند ہو رہی ہیں، پانی خشک ہو گیا ہے، تعلیم کا معیار گر چکا ہے، غربت و افلاس کا دور دورہ ہے۔! ٹیلی ویژن کے خبرنامے تو سرد موسم میں لوگوں کو گرما گرم مچھلی، دودھ جلیبی، بھاپ اڑاتی کشمیری چائے، گاجر کے حلوؤں کے مزے لوٹتے دکھاتے ہیں!

میرِ سپاہ نا سزا، لشکریاں شکستہ صف
آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف
تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

☆☆☆

## خصوصی رپورٹ

# امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید جمعرات 2 جنوری رات کو طے شدہ تنظیمی پروگرام میں شرکت کے لیے کراچی روانہ ہوئے۔ اگلی صبح ناشتہ پر رفیق تنظیم عمر بن احسن سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کا پروگرام تھا۔ بعد ازاں قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں ایک سالہ کورس کے شرکاء سے خصوصی خطاب فرمایا۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سیشن ہوا۔ قرآن اکیڈمی ڈیفنس ہی میں ''دہشت گردی کا سدباب'' کے موضوع پر اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔ بعد نماز عصر ایک رفیق کا نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد مقامی تنظیم کورنگی شرقی کے نئے امیر سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ بعد نماز مغرب جناب عبداللطیف عقیلی صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ قرآن اکیڈمی کے حلقہ احباب سے بعد نماز عشاء ماہ ربیع الاوّل کے حوالے سے ''نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے دو بڑے مظاہر'' کے موضوع پر خصوصی خطاب فرمایا۔

اگلے روز (ہفتہ کو) مدرسین کورس میں لیکچرز دیئے۔ نماز ظہر سے قبل اظہر ریاض صاحب، فیصل منصوری صاحب اور عبدالرزاق کوڈاوی صاحب کے ہمراہ مولانا عبدالستار صاحب سے ملاقات کی اور ان کے ایجوکیشنل کمپلکس کا تفصیلی Visit کیا۔ مولانا صاحب نے تنظیم کے وفد کا خصوصی اکرام کیا اور اپنے تعلیمی پراجیکٹس کا تعارف کرایا۔ (موصوف جدید طرز، اعلیٰ معیار پر علمی ادارہ چلا رہے ہیں۔ نیز مختلف زبانوں میں پرچے بھی شائع کرتے ہیں۔) بعد نماز عصر تا عشاء انفرادی ملاقاتیں رہیں۔ نماز عشاء کے بعد حلقہ کراچی جنوبی کے کل رفقاء اجتماع میں شرکت کی۔ حلقہ کے ذمہ داران اور نئے رفقاء سے تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

اتوار کی صبح حلقہ کراچی شمالی کی شوریٰ سے ناشتہ پر خصوصی ملاقات طے تھی۔ دس بجے حسب پروگرام انجمن خدام القرآن سندھ کے سالانہ اجلاس کی بطور نگرانِ انجمن صدارت فرمائی۔ یہ اجلاس نماز ظہر تک جاری رہا۔ سہ پہر کراچی کے سینئر رفیق جناب قاضی عبدالقادر صاحب سے ملاقات کی اور شام 6:30 بجے بذریعہ ایئر بلو لاہور واپسی ہوئی۔

## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ مرحوم و مغفور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بھائی جناب وقار احمد کی نواسی اور بھتیجے مرغوب شاکر کی صاحبزادی انتقال کر گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کے رفیق جناب شاہد نواز کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

## دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی اسلام آباد کے رفیق جناب وقار گردن میں گلٹی کے باعث زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے!

## ضرورتِ رشتہ

☆ کراچی کے علاقے ڈیفنس میں رہائش پذیر 43 سالہ گورنمنٹ آفیسر، رفیق تنظیم اسلامی کے لیے دینی گھرانہ کی خاتون (بیوہ، طلاق یافتہ یا کنواری) کا رشتہ مطلوب ہے۔ اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے جن سے ایک 13 سالہ بیٹا اور 15 سالہ بیٹی ہے۔ رحم دل خاتون کی ضرورت ہے جو بچوں کی دینی تربیت بھی کر سکے۔ برائے رابطہ: 0333-2298300

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال قد "5.1، تعلیم ایم اے اسلامیات (ایم فل جاری) انگلش میں ڈپلومہ ہولڈر، شرعی پردہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند، خوبصورت و خوب سیرت کے لیے دینی گھرانے سے برسرِ روزگار تعلیم یافتہ شرعی پردے میں معاون لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0344-5514627

☆ صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات اور بی ایڈ، قد 5 فٹ، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 03335823481

# استحکامِ پاکستان، نفاذِ اسلام اور تنظیم اسلامی کا طریق انقلاب

## خلافت فورم میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یادگار انٹرویو

(دوسرا حصہ)

میزبان: ایوب بیگ مرزا

**سوال:** ڈاکٹر صاحب! آپ ایک بات زور دے کر کہتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام نہیں نافذ ہوسکتا اور مذہبی جماعتوں کے انتخابات میں حصہ لینے کی وجہ سے اسلام کی منزل مزید دور ہوگئی ہے۔ اسی لیے آپ نے انقلابی طریقہ کار اختیار کیا۔ لیکن آپ کے اختیار کردہ انقلابی طریقہ کی طرف عوام کا رجوع نظر نہیں آتا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی جماعتیں کہتی ہیں کہ اگرچہ ہم اسلام نافذ نہیں کر سکے لیکن ہم نے انتخابی سیاست کے ذریعے پارلیمنٹ میں جا کر سیکولرازم اور سوشلزم کا راستہ روکا ہے۔ آپ اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** سوال یہ نہیں کہ لوگوں کا response کیا ہے، کیا نہیں ہے؟ یہ کسی بھی قائد یا کسی بھی جماعت کے بس میں نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہے جو لوگوں کے دل میں بات ڈال دیتا ہے تو وہ کسی جماعت یا کسی تحریک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکن اُصولی اعتبار سے الیکشن کے ذریعے سے اسلامی نظام نافذ نہیں ہوسکتا۔ انتخابی عمل کسی نظام کو چلانے کے لیے ہوتا ہے جبکہ اس نظام کو بدلنے کے لیے انقلاب لایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں دو سیاسی پارٹیاں ہیں: ری پبلکن اور ڈیموکریٹک۔ الیکشن ان کے درمیان ہی ہوتا ہے۔ ان دونوں میں امریکہ کے نظام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تھوڑا سا فرق ہوگا تو امیگریشن پالیسی میں ہو جائے گا، ہیلتھ پالیسی میں ہو جائے گا وغیرہ۔ دونوں عوام کے سامنے منشور لے کر جاتی ہیں اور الیکشن میں ووٹرز فیصلہ کرتے ہیں۔ اس طرح برطانیہ میں کنزرویٹوز اور لیبر پارٹی ہے۔ ان میں بھی نظام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نظام کا اختلاف کمیونسٹوں کو ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام غلط ہے۔ ظاہر ہے، وہ الیکشن میں آ کر نظام نہیں بدل سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے طریق کار کے مطابق اپنی دعوت پیش کی، ایک طبقاتی شعور پیدا کیا، پھر ایک جدوجہد شروع کی اور اس کے نتیجے میں پھر فوجوں کا بھی مقابلہ کیا، جانیں دیں اور انقلاب برپا کیا۔ بہرحال انتخابات کے ذریعے سے کسی بھی نظام کو بدلا نہیں جاسکتا۔ البتہ ہر کام کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ الیکشن میں حصہ لے کر لوگ پارلیمنٹ میں جائیں گے تو کچھ نہ کچھ فائدہ ہو جائے گا۔ لیکن ہدف اگر نظام کا بدلنا اور اسلامی نظام کا قائم کرنا ہے تو اس کے لیے الیکشن کا راستہ بالکل بے کار ہے۔

**سوال:** آپ منبر رسول ﷺ سے حکومتوں اور اپوزیشن کو سیاسی مشورے دیتے رہے، جن میں آپ نے جمہوریت کو بطور حکومت مارشل لاء سے بہتر قرار دیا اور جب بھی

مرتب: فرقان دانش

انتخابات کا موقع آیا آپ نے صاف شفاف اور غیر جانبدار انتخابات کا مطالبہ کیا۔ لیکن آپ کی اپنی جماعت میں جمہوریت نام کی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ آپ نے اپنے بیٹے کو اگلا امیر نامزد کر دیا۔ آپ اس کو کس طرح تعبیر کرتے ہیں؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** پہلی بات یہ ہے کہ حکومت اور جماعت دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ ان کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت وہ ہوتی ہے کہ جس کی ایک Teritorial Jurisdiction ہوتی ہے۔ یہاں رہنے والے جتنے بھی لوگ ہیں وہ سب اس حکومت کے حقدار ہیں۔ وہ اس مملکت کے ممبر ہیں، شہری ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے حکومت بھی ان کی مرضی سے وجود میں آنی چاہیے۔ جبکہ جماعت یا پارٹی کی کوئی Teritorial Jurisdiction نہیں ہے۔ جماعت میں جو شخص جب چاہے شامل ہو جائے، جب چاہے اُسے چھوڑ کر چلا جائے۔ اس اعتبار سے ان کو گڈمڈ کرنا صحیح نہیں ہے۔ انقلابی جماعت ہمیشہ کسی ایک قائد کی دعوت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ جمہوری جماعت کی بنیاد پر نہ کوئی انقلاب دنیا میں آیا ہے، نہ آئے گا۔ مثلاً قائداعظم کو جب مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنا دیا گیا تب وہ حرکت میں آئی تھی۔ اس سے پہلے وہ ایک کلب، ایک انجمن کی طرح تھی۔ قائداعظم نے مسلم لیگ کے ذریعے آزادی کی تحریک برپا کی۔ اب مسلم لیگ ایک تحریک تھی، وہ جماعت بن ہی نہیں سکی۔ چنانچہ جب پاکستان بن گیا جو تحریک کا ہدف تھا تو مسلم لیگ بھی ختم ہوگئی۔ اس کے برعکس کسی انقلابی جدوجہد کے لیے نظم ونسق، سمع وطاعت اور ڈسپلن کی بنیاد پر مضبوط جماعت قائم ہونا ضروری ہے۔ اس جماعت میں اگرچہ مشورہ ہوگا لیکن آخری فیصلہ قائد کا ہی ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تنظیم اسلامی میں اگر میں نے اپنے بیٹے کو نامزد کیا ہے تو پہلے دن سے یہ تنظیم کے قواعد وضوابط میں طے تھا کہ میں اپنی زندگی میں کسی وجہ سے (مثلاً معذور ہو جاؤں وغیرہ) کسی کو اپنا جانشین نامزد کر سکتا ہوں۔ تنظیم اسلامی کے دستور میں اس کی گنجائش تھی۔ اس کے باوجود میں نے امیر کی نامزدگی کے لیے بہت مفصل مشورے کیے ہیں۔ ان کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ وہ ریکارڈ پر بھی ہے کہ کتنے اجلاس ہوئے، کتنے مشورے ہوئے، پھر اس بارے میں خوب غور وفکر ہوا۔ آخر تک میرے ذہن میں عزیزم حافظ عاکف سعید کا نام تھا ہی نہیں، بلکہ میں نے تو اپنی وصیت کے طور پر کسی اور کا نام لکھ رکھا تھا۔ بہرحال مشورے کے دوران جو باتیں سامنے آئیں، اُن کی بنا پر میں نے سمجھا کہ عاکف سعید ہی امارت کے لیے موزوں ترین ہیں۔ ظاہر ہے میرا بیٹا ہونا کوئی disqaualification نہیں ہے۔ یہی بات تنظیم اسلامی کے ایک سینئر رفیق عبداللطیف عقیلی صاحب نے مجھ سے کہی تھی۔ لہٰذا میں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔

**سوال:** آپ نے اپنے ایک بیٹے کی شادی محرم کے مہینے میں کی تھی۔ اس ماہ کو ایک فرقہ کے لوگ سوگ کے طور پر مناتے ہیں۔ کیا اس عمل سے ان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچی؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان کے جذبات اتنے Hurt ہوں گے، جتنا کہ اس کے بعد یہ معاملہ ہوا۔ میری نیت کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی ہرگز نہیں تھی۔ صورتِ حال یہ ہوئی تھی کہ تنظیم اسلامی کا

سالانہ اجتماع ہورہا تھا اور اس کے لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ 9 محرم اور 10 محرم کی دو چھٹیوں میں اجتماع رکھا جائے۔ ان کے ساتھ دور دراز سے آنے والے رفقاء ایک آدھ دن کی اور چھٹی لے لیں گے تو ان کو سہولت ہو جائے گی اور ان کی دوسری چھٹیوں میں سے کٹوتی نہیں ہوگی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ ہمارے سارے ساتھی لاہور آئے ہوئے ہیں تو بیٹے کا نکاح انہی دنوں میں ہو جائے۔ بعد میں بہت سے شیعہ علماء نے بھی کہا کہ یہ کوئی حرام بات نہیں ہے، لیکن ہمارے جذبات اس کام سے مجروح ضرور ہوئے ہیں۔ مجھے اس معاملے کی شدت کا اندازہ ہوتا تو میں یہ شادی ان دنوں میں نہ کرتا۔

**سوال:** آپ ضیاء الحق کی شوریٰ کے رُکن بنے۔ کہا جاتا ہے کہ ضیاء الحق صاحب نے اسلام کا نعرہ طوالت اقتدار کے لیے لگایا اور انتخابات کے بارے میں وہ جھوٹے وعدے کرتے رہے۔ آپ ایسے شخص کی شوریٰ میں یا اس کے اقتدار میں حصہ دار کیوں بنے؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** اس کے لیے تھوڑا سا پس منظر بیان کرنا ضروری ہوگا۔ جس زمانے میں میرا درسِ قرآن مسجد خضراء سمن آباد لاہور میں ہوتا تھا، ضیاء الحق صاحب جو اس وقت لاہور کے کور کمانڈر تھے۔ سویلین لباس میں آ کر یہ درس سنا کرتے تھے۔ (یہ مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا) اس کے بعد ایسا ہوا کہ جب میں نے مولانا اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن کی پہلی جلد شائع کی تو ایک میجر صاحب آرمی جیپ میں کرشن نگر میرے آفس دارالاشاعت اسلامیہ آئے اور تفسیر کی وہ جلد لے کر گئے۔ انہوں نے بتایا کہ میجر جنرل صاحب نے منگوائی ہے۔ میں حیران ہوا کہ ایک آرمی آفیسر کی اتنی دلچسپی ہے۔ اس کے بعد جب ضیاء الحق کی حکومت آ گئی ہے اور انہوں نے پی این اے کی تحریک کو ہائی جیک کیا، تو اس سے لوگوں میں نفاذ اسلام کے حوالے سے جوش وخروش اور امید پیدا ہوگئی۔ ضیاء الحق اسلام کا نعرہ لگا کر اور لبادہ اوڑھ کر سامنے آ گئے۔ ظاہر ہے، ہم کسی کی کے دل میں اُتر کر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اُس کی نیت کیا ہے۔ وہ تو بعد میں حالات وواقعات بتاتے ہیں کہ اس شخص کی نیت یا کیا مقصد تھا؟ جس زور وشور سے انہوں نے اسلام کا نام لیا اُس سے ہم نے سمجھا کہ شاید انہی کے ہاتھوں سے نفاذ اسلام کا کام ہو جائے۔ ہمیں تو اسلام کا کام مطلوب ہے۔ انہوں نے پہلے مجھے وزارت کی آفر کی۔ 1980ء میں جو پہلی کابینہ بنی تھی جس میں جماعت اسلامی اور جے یو آئی کے لوگ بھی شامل تھے اس کو انہوں نے برطرف کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ عمرے کے لیے جانے لگے تو کراچی میں چند دن ٹھہرے۔ ان دنوں میں بھی کراچی میں تھا۔ میرے بڑے بیٹے عزیزم عارف رشید کا وہاں نکاح تھا۔ وہاں میرے پاس ضیاء الحق مرحوم کے برادر نسبتی ڈاکٹر نور الٰہی صاحب آئے۔ وہ سرجن تھے، بڑے نیک آدمی تھے۔ انہوں نے آ کر کہا کہ ضیاء الحق صاحب کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے اگر کام کرنا ہے تو میدان میں آئیں، میں عمرے سے واپس آ کر نئی کابینہ کا اعلان کروں گا، وہ کوئی وزارت سنبھالیں اور کام کریں۔ میں نے انہیں دوٹوک جواب دیا کہ دو وجوہات سے میری معذرت ہے۔ ایک تو میرے اندر اس کام کی صلاحیت نہیں ہے، میں کاریڈور آف پاورز میں گھوما پھرا نہیں ہوں۔ مجھے یہاں کے آداب اور طور طریقوں کا علم ہی نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہمیں کرنے کچھ نہیں دیں گے۔ اصل حکومت تو فوج کی ہے اور بدنامی ہمارے حصے میں آئے گی کہ ہم وزارت میں کچھ نہیں کر سکے۔ لہٰذا اس کے لیے میں تیار نہیں۔ بہرحال یہ پہلا مرحلہ تھا۔ اس کے بعد شوریٰ کا مرحلہ آیا۔ اسی دوران میں یہ بات بھی ہوئی کہ صدر صاحب مسجد دارالسلام باغِ جناح میں جمعہ کی نماز کے لیے آئے۔ پہلی صف میں ان کے لیے جگہ رکھی گئی تھی۔ میں نے اپنے بیان میں دو باتیں خاص طور پر اُن سے کہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کو سوچنا چاہیے کہ آپ کے دور میں لڑکیوں کی پہلی ہاکی ٹیم ملک سے باہر جارہی ہے۔ جس اسلام کا آپ نام لیتے ہیں، کیا اس میں اس کی اجازت ہے؟ واقعتاً میری بات سن کر انہوں نے اسی روز اعلان کر دیا کہ خواتین کی ہاکی ٹیم باہر نہیں جائے گی۔ دوسری میں نے کرکٹ کے بارے میں بات کی تھی جس کو انہوں نے اہمیت نہیں دی۔ اسی زمانے میں میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر ابصار احمد قرآن اکیڈمی کے ڈائریکٹر تھے۔ ان کو وزارت اطلاعات کی طرف سے ایک تجویز آئی کہ پاکستان ٹیلی ویژن پر میرا ایک دینی پروگرام ہونا چاہیے۔ اس کے بعد پی ٹی وی لاہور والوں نے مجھ سے بات کی، تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، ہفتہ وار درس ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ درس کچھ عرصہ تک الہدیٰ کے نام سے ٹی وی پر چلتا رہا۔ اس پس منظر میں جب ضیاء الحق صاحب کی طرف سے شوریٰ کی بات آئی تو میں نے سوچا کہ جب میں منبر سے انہیں مشورے دیتا ہوں، تنقیدیں بھی کرتا ہوں (ہم چاہیں یا نہ چاہیں حکومت تو ان کی ہے اور ملک کی بہتری کے لیے حکمران کو مشورے دینا یا کسی غلط بات پر روکنا ٹوکنا اچھی بات ہے۔) تو اگر کوئی بات سامنے جا کر کی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ سوچ کر میں نے شوریٰ میں جانا منظور کر لیا۔ وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ اس کے سارے اُصول وضوابط اور لائحہ عمل وہ پارلیمنٹ کا بنا دیا گیا، تو میں نے سوچا کہ یہ تو وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے شوریٰ کی بات کی تھی، شوریٰ اگر ہے تو آپ کو یہاں ہونا چاہیے، مشورہ سننا چاہیے۔ کہنے لگے، میں شوریٰ میں نہ آؤں، تب بھی بات مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ پہلے ہی سیشن کی بات ہے۔ دوسرا سیشن ہوا تو انہوں نے ایک بات ایسی کہہ دی کہ لوگ کہتے ہیں کہ سیاسی عمل کو مت روکو جبکہ یہی شوریٰ میرا سیاسی عمل ہے۔ اِس پر میرے کان کھڑے ہوئے کہ انہوں نے گویا کہ ہمیں اپنا سیاسی اتحادی قرار دے دیا ہے۔ میں نے اسی وقت طے کر لیا کہ میں استعفاء دے دوں گا۔ مجھے اس دوران یہ بھی محسوس ہو گیا تھا کہ یہ کچھ کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور سارا ڈراما امریکہ کی رائے عامہ کو یہ بتانے کے لیے رچایا گیا ہے کہ میری حکومت خالص فوجی نہیں ہے بلکہ اس میں سویلینز بھی میرے ساتھ ہیں۔ لہٰذا میں نے ان سے ملاقات کا ٹائم مانگا، لیکن وہ ٹائم نہیں دے سکے اور کہنے لگے میں چند دنوں میں لاہور آ رہا ہوں، وہاں پر گورنر ہاؤس میں ملاقات کر لیں گے۔ وہ آئے اور انہوں نے پیغام بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ گورنر ہاؤس آ جائیں، میں وہاں چلا گیا۔ وہاں جا کر میں نے ایک خاص نکتہ ان کے سامنے رکھا۔ میں نے کہا کہ آپ اپنے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لیے پھر رہے ہیں (میں نے یہ الفاظ محاورے کے طور پر استعمال کیے تھے، پھر مجھے احساس ہوا کہ ان کے ماتھے پر تو محراب بن گیا ہے)۔ میں نے کہا کہ آپ نے فیڈرل شریعت کورٹ قائم کی، اپنی مرضی کے علماء کو وہاں جج بنایا، لیکن آپ نے ان کے ہاتھ پر گویا ایک ہتھکڑی باندھ دی کہ وہ مسلم فیملی لاز پر بات بھی نہیں کر سکتے۔ آپ نے اپنے پسندیدہ علماء کو وہاں لا بٹھایا ہے تو ان پر اعتبار کریں اور ان کی ہتھکڑی کھول دیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ غلام احمد پرویز جنہوں نے صدر ایوب کے ذریعے سے فیملی آرڈی نینس جاری کروایا تھا، اگر عدالت میں آ کر ثابت کر دیں کہ یہ قوانین شریعت کے خلاف نہیں تو پھر ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ پھر خواتین کو کیسے مطمئن کریں گے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کی سوچ کا معیار یہی ہے تو میرا

استعفا حاضر ہے، میں جا رہا ہوں۔ یہ 5 جولائی 1982ء کا واقعہ ہے۔ میں نے شوریٰ کے صرف دو سیشن میں شرکت کی۔ ضیاء الحق صاحب طوالت اقتدار کے لیے ہر طبقے کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پردہ کی مخالف خواتین کو بھی راضی کریں، ایکٹروں کو بھی، گلوکاروں کو بھی اور اس طرح اپنی حکومت چلاتے رہیں۔ لہٰذا میں شوریٰ سے الگ ہوگیا۔

**سوال:** ڈاکٹر صاحب! گزشتہ چند سالوں سے آپ نے پاکستان کے بارے میں جو تقاریر کی ہیں ان سے بہت مایوسی ٹپکتی ہے، بلکہ آپ نے ایک تقریر اس عنوان سے کی تھی کہ ’’کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے؟‘‘ کیا اس طرح کی باتوں سے قوم کا مورال ڈاؤن نہیں ہوتا؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** کہاوت ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے، وہی ٹپکتا ہے۔ اب میرے ذہن میں جو کچھ ہے وہی باہر آئے گا۔ زمینی حقائق دیکھتے ہوئے میں واقعتاً پاکستان کے مستقبل سے مایوس ہو چکا ہوں۔ میری مایوسی کی دو بڑی بنیادیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پاکستان کے قیام کے دو محرکات تھے، ایک منفی اور ایک مثبت۔ منفی محرک ہندو کا یہ خوف تھا کہ وہ اپنی اکثریت کے بل پر ہمارا استحصال کرے گا۔ یہی خوف تھا جس کی بنیاد پر مسلم لیگ قائم ہوئی۔ 1906ء سے لے کر 1930ء تک مسلم لیگ کے پاس کوئی دوسرا عنصر تھا ہی نہیں۔ جہاں تک قائداعظم کا تعلق ہے وہ مسلم لیگ کے بنانے والوں میں سے نہیں تھے، اس وقت وہ مسٹر جناح تھے، ابھی قائداعظم نہیں کہلاتے تھے۔ وہ دادا بھائی نوروجی کے پرنسپل سیکرٹری اور کانگریس کے ممبر تھے۔ مسلم لیگ میں نہیں آئے تھے۔ وہ 1913ء میں محمد علی جوہر مرحوم کے کہنے پر مسلم لیگ میں آئے لیکن بیک وقت کانگریس اور مسلم لیگ کے رکن تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے دونوں پارٹیوں کے سالانہ اجلاس بمبئی میں ایک ہی وقت میں رکھوائے اور سر توڑ کوشش کی کہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کوئی فارمولا طے ہو جائے، جس سے مسلمانوں کا ایک تشخص برقرار رہے اور مسلمانوں کو تحفظ حاصل ہو جائے لیکن وہ اس کوشش میں بالکل ناکام ہوگئے۔ حالانکہ ان کی محنت اور اخلاص کے باعث دنیا نے مانا کہ محمد علی جناح ہندو مسلم اتحاد کے سفیر ہیں۔ اس کے بعد وہ مایوس ہو کر لندن چلے گئے اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور وہاں پریکٹس شروع کر دی۔ اسی عرصے میں 1930ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے الٰہ آباد سیشن میں خطبہ دیا۔ اس میں انہوں نے مسلم لیگ میں ایک مثبت انجکشن لگا دیا۔ یعنی اُسے احیائے اسلام کا جذبہ دے دیا۔ انہوں نے ایک تو مسلم قومیت کو فلسفیانہ بنیادوں پر ثابت کیا اور واضح کیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہے اور کسی بڑی قومیت میں ضم نہیں ہو سکتے۔ دوسرے انہوں نے کہا کہ یہ تقدیر مبرم ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان حکومت قائم ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ دھبے دور ملوکیت میں پڑ گئے تھے، انھیں ہٹا کر صحیح اسلام کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ 1932ء میں علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے انگلینڈ گئے۔ وہاں انہوں نے مسٹر جناح سے ملاقاتیں کیں۔ ان میں علامہ نے وہی انجکشن جناح صاحب کو لگایا کہ اسلام کے احیاء کی بات کریں، کیونکہ ہمیں تو اصلاً یہ کام کرنا ہے کہ اسلام ایک نظام کی حیثیت سے دنیا میں قائم ہو جائے۔ اس انجکشن کے نتیجے میں مسٹر محمد علی جناح واپس ہندوستان آئے۔ یہاں آ کر بھی ان کا قرب علامہ اقبال کے ساتھ رہا۔ اب انہوں نے 1937ء سے لے کر 1947ء تک اسلام کا راگ الاپا، جس سے اس تحریک میں ایک کرنٹ دوڑ گیا۔ دراصل کرنٹ کا سرکٹ چلانے کے لیے منفی اور مثبت دونوں تاریں ضروری ہیں۔ اسی طرح اس منفی اور مثبت جذبے کی وجہ سے پاکستان وجود میں آیا۔

قیام پاکستان کی جو مثبت بنیاد تھی وہ تو ہم نے قائم کی ہی نہیں۔ چنانچہ ساٹھ سال (اب 66 سال) ہو گئے، وہ اسلام کہاں ہے؟ یہاں اگر مسجدیں ہیں تو مسجدیں انڈیا میں بھی ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک شاندار مسجد ہے۔ انتہا پسند ہندو چند تاریخی مساجد کے بارے میں تو کہتے ہیں کہ ان کو ہم گرائیں گے کہ یہ مندروں پر بنائی گئی ہیں، مگر نئی مسجدیں اب بھی وہاں پر بن رہی ہیں۔ مسجدیں امریکہ میں بن رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ نظام کہاں ہے، جس بارے میں اقبال نے کہا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کے سامنے اسلام کے اُصولِ حریت و اخوت و مساوات کا ایک نمونہ پیش کر سکیں؟ مثبت اساس تو ہم نے قائم ہی نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب منفی بھی اب ختم ہو رہی ہے۔ اب امریکہ کے دباؤ کے تحت ہم ہندوستان کے آگے بچھے جا رہے ہیں۔ ہماری طرف سے بار بار کہا جاتا ہے کہ مذاکرات جاری رہنے چاہئیں۔ ہم لچک پر لچک دکھا رہے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ انڈیا سے جو آمد و رفت شروع ہوئی ہے، اگر یہ بڑے پیمانے پر شروع ہوگئی تو اس کے بھیانک نتائج نکلیں گے۔ ابھی تو صرف ہلکا سا اثر آ رہا ہے۔ اب تو یہ ہے کہ ان کے طائفے آ گئے یا ہمارے اُدھر چلے گئے۔ صحافی آ گئے، کاروباری آ گئے۔ اسی سے فضا بدل گئی ہے۔ جب یہ سلسلہ پھیلے گا تو نظریاتی اعتبار سے تباہ کن ہوگا۔ انڈیا کا حال میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ وہاں کی مڈل کلاس اور ایلیٹ اپر کلاس خالص سیکولر ہے۔ وہاں مذہب کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ صرف بہت چھوٹے طبقات میں مذہب کی اہمیت ہے، جسے مذہبی جماعتیں Exploit کرتی ہیں۔ وہ لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اپنے گھر میں رہو، نماز پڑھو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہرحال ہماری اس لچک سے یہ جو خوف کی منفی بنیاد تھی، وہ بھی ختم ہوگئی، اور ہم آہستہ آہستہ بھارت کی بالادستی قبول کر رہے ہیں۔ یہ چیزیں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ نا اُمیدی کی سی کیفیات پیدا کر رہی ہیں۔

**سوال:** آپ نے مثبت بنیاد کی بات کی ہے کہ اسلام بحیثیت نظام نافذ نہیں ہوا۔ لیکن جو منفی بنیاد ہے اس میں تو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ بھارت سے ہماری دوستی ممکن نہیں۔ پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ منفی بنیاد بھی ختم ہو رہی ہے؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** دراصل گراف اُوپر نیچے ہوتے ہوتے بھی ایک چیز اُوپر جا رہی ہے۔ اس لیے کہ آج سے پہلے کسی ہندوستانی لیڈر کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی تھی کہ کنفیڈریشن ہونی چاہیے۔ آج سے پہلے کبھی پنجاب کے وزیراعلیٰ نے آ کر یہ نہیں کہا تھا کہ یہ لکیر ختم کر دینی چاہیے۔ مہاراجہ پٹیالہ کا بیٹا انڈین پنجاب کا وزیراعلیٰ دو دفعہ یہ بات یہاں آ کر کہہ گیا۔ اب تو یونائیٹڈ سٹیٹس آف انڈیا کی باتیں ہو رہی ہیں۔ امریکا کھلے عام کہہ رہا ہے کہ پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ امریکہ اور بھارت مل کر کریں گے۔ تھنک ٹینکس جو پہلے کہہ رہے تھے کہ 2014ء میں پاکستان نہیں ہوگا، اب 2020ء میں پاکستان کے خاتمے کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں۔ بقول شاعر۔

سن تو سہی تیرا جہاں میں ہے فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

صحیح بات یہ ہے کہ آپ اپنی نوجوان نسل سے بات کر کے دیکھیں وہ بالکل نہیں جانتے کہ پاکستان کیوں بنا تھا؟ وہ نہیں جانتے کہ لاکھوں لوگوں کی جانوں کی قربانی دے کر یہ ملک اسلام کے لیے بنایا گیا تھا۔ آج وہ اسلام کہاں ہے؟

ہم نے منفی اور مثبت دونوں بنیادوں سے انحراف کیا ہے۔

**سوال:** اس وقت عالم اسلام میں قحط الرجال کی کیفیت ہے۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا دور آئے گا جس میں کوئی شخص امت مسلمہ کو لیڈ کر سکے؟

**ڈاکٹر اسرار احمد:** حقیقتاً اس وقت تو کوئی شخصیت نہیں ہے۔ اس حوالے سے میرا ایک مستقل فکر ہے جو میں نے 15 سال پہلے مرتب کیا تھا جو 1992ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اللہ کے عذاب کی گرفت میں ہے۔ جس قوم کو اللہ اپنی کتاب اور شریعت دیتا ہے وہ قوم اس زمین پر اللہ کی نمائندہ بن جاتی ہے۔ وہ قوم اگر اپنے عمل کے ذریعے اللہ کی صحیح نمائندگی نہ کرے تو پھر اُس پر اللہ کا بہت شدید عذاب آتا ہے۔ وہی عذاب جو ماضی میں یہود پر آیا تھا آج ہم پر مسلط ہے۔ آج وہی ذلت و مسکنت ہم پر تھوپ دی گئی۔ پاکستان بہت بڑا ملک ہے۔ یہ پورے عالم اسلام میں واحد ملک ہے جس کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں لیکن ہمارے سابق صدر نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکا سے تعاون کر کے نہایت گھناؤنا کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے اب تک جو تفصیلات آ چکی ہیں وہ انتہائی شرمناک ہیں۔ امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ کولن پاول کے مطابق نائن الیون کے واقعہ کے فوراً بعد ہم وائٹ ہاؤس میں بیٹھے تھے اور ہم نے ایک لسٹ تیار کی تھی کہ اگر مشرف یہ مانگے گا تو دے دیں گے۔ یہ مانگے گا تو یہ بھی دے دیں، لیکن جب ہم نے انہیں فون کیا کہ تو انہوں نے کوئی بات کی ہی نہیں۔ گویا مشرف غلام بے دام بننے کو تیار ہو گئے تھے۔ آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا بڑا ہے۔ لیکن اسلامی ملک کی حیثیت سے پاکستان کی جیو پولیٹیکل بڑی اہمیت ہے۔ اس ملک کا حال یہ ہے کہ امریکی صدر کے ایک فون پر ہمارا کمانڈو صدر اُس کے آگے بچھ گیا، تو اور کسی کی کیا بات کریں گے۔ لبنان کا جو معاملہ ہوا، اب وہی معاملہ شام کا بھی ہوگا، کیونکہ یہ ممالک گریٹر اسرائیل کے اندر آتے ہیں۔ عراق ان کے پاس پہلے آ چکا ہے۔ پاکستان اگرچہ گریٹر اسرائیل کے نقشے میں نہیں ہے، لیکن پاکستان سے انہیں خوف ہے کہ یہ ایٹمی طاقت ہے، لہٰذا اسے مٹانا ضروری ہے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ امت مسلمہ اس وقت اللہ کے عذاب میں گرفتار ہے اور وہ اللہ کی مجرم ہیں، اسی لیے اُس پر سخت وقت آیا ہوا ہے۔ بہرحال وقت بدلے گا اور صحیح احادیث کی رُو سے حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں امت کو لیڈر میسر آئیں گے۔ ان کی رہنمائی میں قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

**سوال:** امریکہ کی منصوبہ بندی ہے کہ ایک نیا مشرق وسطیٰ تشکیل دیا جائے۔ اس سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

**ڈاکٹر اسرار احمد:** یہ ناگزیر ہے، ظاہر ہے گریٹر اسرائیل مشرق وسطیٰ میں بنے گا، کیونکہ یہودیوں کے اس نقشہ میں لبنان، شام اور کچھ جنوبی ترکی کا حصہ شامل ہے، پھر اس میں پورا عراق بھی ہے۔ وہ پہلے کہتے تھے ہماری سرحدیں فرات تک ہیں، لیکن شیرون نے کہا تھا کہ ہم دجلہ تک گریٹر اسرائیل بنائیں گے، تاکہ پورا دوآبہ اور زرخیز علاقہ بھی ہمارے ہاتھ میں آ جائے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کا شمالی حصہ (بشمول مدینہ منورہ)، پورا صحرائے سینا، اردن، مصر کا زرخیز ترین علاقہ ان کے نقشے میں شامل ہے۔

**سوال:** ڈاکٹر صاحب! آپ نے اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے اپنے ذریعہ معاش کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ مرکزی انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے قیام کے بعد آپ کا کیا ذریعہ معاش رہا؟

**ڈاکٹر اسرار احمد:** جب تک میں طالبعلم تھا ظاہر ہے کہ میں اخراجات کے لیے اپنے والد صاحب اور بڑے بھائی اظہار احمد صاحب مرحوم پر انحصار کرتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے وظائف وغیرہ بھی ملتے رہے۔ بعد ازاں میں نے ایم بی بی ایس کر لیا تو ساہیوال میں جماعتِ اسلامی کی ڈسپنسری کا چارج سنبھال لیا۔ اس کی تنخواہ ملتی رہی۔ اس وقت بھی میں Taxpayer بن گیا تھا۔ اس کے بعد بڑے بھائی جان نے ایک بزنس شروع کیا، جس میں ان کے ساتھ تین سال رہا۔ اس کے بعد پھر ہماری علیحدگی ہوئی۔ ان تین سالوں کے نتیجے میں تقریباً 2 لاکھ کے قریب میرے پاس سرمایہ موجود تھا، جس سے میں نے لاہور میں ایک مکان خریدا اور وہاں اپنا کلینک شروع کر دیا۔ وہیں ''دارالاشاعت اسلامیہ'' کے نام سے ایک پبلشنگ ادارہ بھی شروع کر دیا۔ 1965ء سے لے کر 1971ء تک میں پریکٹس بھی کرتا رہا اور درس قرآن بھی دیتا رہا۔ پھر فروری 1971ء میں میں نے فیصلہ کیا کہ اب پریکٹس نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میرے دعوتی تبلیغی اور تدریسی مشاغل بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ اب ایک ہی شکل تھی یا تو میں ان کو رول بیک کروں یا کم از کم انہیں آگے نہ بڑھاؤں، تاکہ میرے معاش کا معاملہ چلتا رہے۔ میں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے پریکٹس چھوڑ دی۔ جو پیسہ میرے پاس تھا، اس سے گزارہ ہوتا رہا۔ 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن قائم ہوگئی۔ اس کے آفس کے لیے سمن آباد میں ایک بڑا مکان کرائے پر لے لیا گیا۔ ادارے نے وہاں مجھے رہائش دے دی، تاکہ میں ہمہ وقت انجمن کے لیے کام کر سکوں۔ میرا مکان کرائے پر دے دیا گیا، جس سے میں اپنا گزارہ کرتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد چھوٹے بھائی عزیزم اقتدار احمد نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر صرف بھائی ہونے کے ناتے تعاون کرنا چاہتے ہو تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تمہیں میرے مشن سے دلچسپی ہے اور اس میں حصہ لینا چاہتے ہو تو سر آنکھوں پر۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے مشن میں شریک ہوں گا، اور وہ انجمن میں شامل ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصے بعد تنظیم اسلامی قائم ہوئی تو اس میں بھی شریک ہو گئے۔ اس دوران وہ مجھے کچھ سپورٹ کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی ایک فیکٹری میں بھی جو ملتان میں تھی میرا حصہ ڈال دیا، جس سے وہ مجھے کچھ ماہانہ رقم دیتے رہے۔ جب تنظیم اسلامی قائم ہوئی تو میں نے اس کاروبار سے اپنا تعلق منقطع کرنا لازمی سمجھا۔ اس لیے کہ کسی بھی بزنس میں اکاؤنٹس وغیرہ کے معاملات صحیح نہیں ہوتے، ٹیکس وغیرہ کے معاملات میں کوئی نہ کوئی کمی بیشی ہوتی ہے۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ اب تنظیم کے امیر یا داعی کی حیثیت سے میرا کسی ایسے کاروبار سے تعلق درست نہیں ہے۔ پھر جب انجمن کا مرکز قرآن اکیڈمی بن گیا تو میں یہاں منتقل ہو گیا اور یہاں پر بھی مجھے تمام سہولتیں حاصل رہیں۔ مثلاً مکان، بجلی، پانی، گیس کے بل، ٹیلی فون وغیرہ۔ تاہم انجمن سے میں نے کوئی ایک پیسہ نہیں لیا۔ میری تمام کتابیں اور کیسٹس بھی انجمن کی ملکیت تھیں، ان میں سے بھی ایک پیسہ رائیلٹی کا نہیں لیا۔ تنظیم سے بھی میں نے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا۔ بہرحال اس کے بعد میں نے وہ مکان جو کرشن نگر میں تھا بیچ دیا۔ اسی طرح جب اقتدار احمد کی کمپنی چھوڑی تو انہوں نے میرے شیئرز کے پیسے مجھے دے دیے۔ اس ساری رقم سے ایک پلاٹ خریدا اور وہاں پر چاروں بیٹوں کے لیے کوارٹر بنا دیے۔ اس کے بعد دال روٹی بیٹوں کے حوالے سے چلتی رہی۔

**سوال:** خواتین کے پردے کے معاملے میں آپ کی گفتگو میں بہت شدت پائی جاتی ہے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ دین کا حکم ہے اور ایک یہ کہ ہماری بعض علاقائی روایات ہیں۔ آپ کا پردہ کے معاملے

میں اتنی شدت سے قائل ہونا دین کی بنیاد پر تھا یا آبائی ماحول کی وجہ سے؟

**ڈاکٹر اسرار احمدؒ:** بالکل قطعیت کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا موقف خالص دین کی بنیاد پر ہے۔ البتہ اس میں دین کے ساتھ commen sense کا بھی اضافہ کرلیا جائے تو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ ورنہ میں جس علاقے میں پیدا ہوا ہوں وہاں کوئی خاص پردہ نہیں تھا۔ وہاں شرفاء کے طبقہ میں ہی پردہ ہوتا تھا، عوامی سطح پر پردہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں میں کہاں پردہ تھا۔ قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کی آیات سے جو میں نے نتائج اخذ کیے ہیں اس کی بنا پر میرا موقف شدت کے ساتھ اس پر قائم ہوا ہے۔ کامن سینس کے حوالے سے بات یہ ہے کہ دنیا میں جدید نفسیات کے بابا آدم فرائڈ کے نزدیک انسان کے اندر سب سے زیادہ قوی جنسی جذبہ کا ہے۔ اس کی یہ بات ایک حد تک صحیح ہے۔ اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو خاندان بنتے کیسے؟ یہ کاروبارِ دنیا آگے کیسے بڑھتا۔ اولاد ہوتی ہے تو اس کی محبت میں انسان خاندان کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ لہٰذا جو جذبہ جتنا زوردار ہوگا اسے اتنی ہی لگام دینی پڑے گی۔ ورنہ وہ منہ زور گھوڑا مادر پدر آزاد ہو جائے گا۔ اس پہلو سے میں چار پردوں کا قائل ہوں۔ ایک پردہ جو کہ پورے معاشرے میں ہوگا۔ عورتوں اور مردوں کا مخلوط معاشرہ نہیں ہوگا بلکہ Sagrigative سوسائٹی ہوگی۔ دوسرا گھر کے باہر کا پردہ ہے۔ عورت کی اصل جگہ اپنا گھر ہے۔ وہی بنیادی طور پر اس کے کام کرنے کی جگہ ہے۔ اگر کسی ضرورت سے وہ باہر نکلے تو برقع یا چادر سے اپنے چہرے کو بھی ڈھانپے، صرف ایک آنکھ کھلی رہے۔ تیسرا چاردیواری کا پردہ ہے۔ گھر ایسے بننے چاہئیں کہ مردانہ اور زنانہ حصہ علیحدہ ہو۔ کوئی مرد مہمان آئے تو وہ مردانہ میں بیٹھے۔ اندر صرف وہی مرد جائیں جنھیں قرآن مجید نے محرم قرار دیا ہے۔ چوتھا پردہ عورت کے لباس کا ہے، جو نہ صرف پورے جسم کو کور کیے ہوئے ہو بلکہ اس کے اندر دو صفات اور درکار ہیں کہ وہ باریک نہ ہو موٹا ہو، اور چست نہ ہو کہ جسم کے نقوش نمایاں ہو جائیں بلکہ ڈھیلا ہو۔ اس لباس میں بھی ایک اضافی شے اوڑھنی ہے کہ اس کو سر کے اُوپر بھی اوڑھا جائے اور اس سے اپنے سینے کو بھی ڈھکا جائے۔ یہ چار پردے ہیں، جن کا میں شدت سے قائل ہوں۔ اس سے آگے معاملہ شوہر کا ہے کہ جس سے کوئی پردہ نہیں ہے یا پھر حسب ضرورت کسی ڈاکٹر کے سامنے ستر کھولا جا سکتا ہے جبکہ لیڈیز سرجن میسر نہ ہو۔ (جاری ہے)

# کیا یہی آئین وفاداری ہے؟

راحیل گوہر
raheelgoher5@gmail.com

اگر کبھی کسی قوم کو ناشکری، احسان فراموشی اور بددیانتی کا نوبل انعام ملا تو بلا شبہ وہ پاکستانی قوم ہی ہوگی۔ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ جس کے لیے ایک عظیم انسان نے برسوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اپنے جسم وجاں کی تمام توانائیاں نچوڑ دیں، آرام کو اپنی قوم کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ شب وروز کی انتھک محنت اور جاں فشانی سے اس قوم کو شاطر ہندوؤں اور فرنگیوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑا کر ایک علیحدہ خطۂ زمین دلوایا، تاکہ مسلمان حریت وآزادی کی فضاء میں امن وسکون کے ساتھ اپنی عقائد ورعبادات کی ادائیگی کرسکیں۔ آج وہی قائد جسے دنیا محمد علی جناحؒ کے نام سے جانتی ہے وہ اس ناشکری قوم کی زبانوں سے لعن طعن کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اور اس میں ہمارے ملک کے وہ دانشور، اینکرز اور اہل قلم آگے آگے ہیں جنھوں نے تقسیم ہند کے وہ خوں چکاں حالات اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے جب انسانوں کے جنازوں کے ساتھ پردہ نشینوں کی عزتوں کے جنازے بھی نکلتے رہے ہیں۔ قائد کی ذات کو نشانہ بنانا اور ان کے کردار وعمل میں شکوک وشبہات کے بیج بونا، ان لوگوں کا کام ہے جنھیں اس ملک میں ہر قسم کے عیش وآرام میسر ہیں۔ اور ان کو عیش ونشاط کے یہ سارے وسائل باہر سے مہیاء کیے جاتے ہیں تاکہ استعماری ایجنڈے کی تکمیل میں مدد ملتی رہے۔ جنھیں ہمارے دانشوروں، قلم کاروں اور محققین کی زبانیں اگلتی رہتی ہیں۔

عرصۂ دراز سے ملک کے اخبارات اور ٹی وی کے ٹاک شوز اور مذاکروں کا موضوع سخن جس پر وہ ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہا ہے، یہ بنا ہوا ہے کہ قائد اعظم سیکولر ذہن کے مالک تھے اور وہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانے کے خواہش مند تھے اور اپنے اس نظریئے میں وزن پیدا کرنے کے لیے قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947 والی تقریر کو طوطے کی طرح رٹا جارہا ہے۔ معروف ماہر پاکستانیات جناب ڈاکٹر صفدر محمود نے اپنے ایک حالیہ کالم میں یہ وضاحت کی ہے کہ ''قائداعظمؒ نے تقسیم ہند سے قبل تقریباً 101 بار یہ اعلان کیا کہ پاکستان کے نظام کی بنیاد اسلامی اصولوں پر اٹھائی جائے گی۔ اور قیام پاکستان کے بعد 14 بار یہ واضح کیا کہ پاکستان کے نظام، آئین اور ملکی ڈھانچے کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا جائے گا۔ انہوں نے لاتعداد بار کہا کہ قرآن ہمارا رہنما ہے اور ہمیں قرآن ہی سے رہنمائی کی روشنی حاصل کرنی چاہیے۔'' لیکن ہمارے یہ کرم فرما اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔ ''پنچوں کا کہا سر آنکھوں پر، مگر پرنالا یہیں رہے گا'' کے مصداق یہ معاملہ ہمارے ملک کے ان سپوتوں کا ہے۔

یہ لوگ 11 اگست 1947ء والی جس تقریر پر ایمان لا کر بیٹھے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس میں سے صرف اپنے مطلب کے الفاظ چنے ہیں، (خود ان الفاظ کی حقیقت بھی معروف دانشور اور یا مقبول جان نے اپنے ایک کالم میں عیاں کردی ہے) اس کے آگے کے الفاظ کمال ہوشیاری سے بیان کرنے سے آنکھیں چراتے ہیں۔ پھر یہ تو 11 اگست 1947 کی بات کرتے ہیں اس سے بہت پہلے دسمبر 1938ء کی وہ گفتگو بھی ریکارڈ پر ہے جو قائداعظمؒ نے مسلم لیگ پٹنہ کے اجلاس کے موقع پر علماء کرام کے سامنے کی تھی: ''آپ نے فرمایا: دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو نہ ہو لیکن میں یہ بات اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں۔ بلکہ مذہب کا ہی حصہ ہے۔ اسلام چند عقائد وعبادات کا نام نہیں بلکہ سیاسی امور، معاشرت اور اخلاقیات کا مجموعہ ہے۔ ہمیں ان سب کو ساتھ لے کر

چلنا ہوگا۔'' (قائداعظمؒ قول وعمل کے تضاد سے پاک تھے، از ثروت جمال اصمعی) اور سچائی بھی یہی ہے کہ دین و سیاست کا تصور اسلام میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس نے انسان کی فطری وحدت کو قائم اور مربوط رکھنے کے لیے دین اور سیاست کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کر کے دین و دنیا کی دوئی کا تصور ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ جس سیاسی عمل میں خوف خدا نہ ہو، جو حکومت اس احساس سے عاری ہو کہ ایک دن اپنے ہر عمل کا جواب اللہ کو دینا ہوگا تو وہ ہر اخلاقی ضابطے کو اپنے نفس اور اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیتی ہے۔ تاریخ انسانی میں عیار حکمرانوں کی عیاریاں، اپنے اقتدار کو طول دینے کی سازشیں اور عوام کو سنہری وعدوں کے فریب دینا، یہ سب لادینی سیاست کی ہی کرشمہ سازیاں ہیں۔

لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ موجودہ پاکستان جغرافیائی اور معنوی دونوں اعتبارات سے تبدیل ہو چکا ہے۔ اب تو نظریہ پاکستان کا مفہوم بھی پاکستانی قوم کے ذہنوں میں دھندلاتا جا رہا ہے۔ لاکھوں انسانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں مٹی میں ملانے کی کوششیں متواتر جاری ہیں۔ آج اسی دشمن سے جس کی آنکھ میں پاکستان اپنی پیدائش کے پہلے دن سے ہی کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہے، ہمارے اسی ازلی دشمن سے امن کی آشاؤں کے راگ الاپے جا رہے ہیں۔ اور اس کو انتہائی پسندیدہ ملک تسلیم کرنے کے لیے پر تولے جا رہے ہیں۔ حکمرانوں اور مغرب نواز دیسی انگریزوں کے اس گورکھ دھندوں میں ایک عام پاکستانی جس کو اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ کا ایندھن بھرنے اور تن ڈھانکنے کے لیے صبح سے رات تک کولہو کے بیل کی مانند جتا رہنا پڑتا ہے اس کی زندگی مایوسیوں اور ناامیدیوں کے اندھیروں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ لیکن جس قوم کے دل میں اپنے قائد و رہنما کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو اور اس کے افکار و نظریات کو غلط رنگ دے کر قوم کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کا زہر انڈیلا جا رہا ہو وہ قوم بھلا عوام الناس کی بھلائی اور راحت و سکون کے بارے میں کب سوچے گی۔ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔'' آج اللہ کے رسولؐ کا یہ فرمان ہم پر سو فیصد صادق آتا ہے۔

قائداعظمؒ کی بے لوث شخصیت کو متنازعہ بنا کر اور ان کی قوم کے لیے دی ہوئی قربانیوں کو بھلا کر دین و سیاست میں تفریق پیدا کرنے والے کوئی کار خیر انجام نہیں دے رہے بلکہ اپنے اس عمل سے ملک کی نظریاتی اور فکری بنیادوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ اور نئی نسل کو حقائق سے دور کر کے ملک کے مستقبل کو مزید خطرات سے دوچار کرنے کا ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جس ملک نے انھیں معیشت، معاشرت، عبادات اور معاملات میں آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل دیا اس کی جڑوں پر آرے چلا رہے ہیں۔ دین و سیاست میں تفریق مغرب کا فلسفہ ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مغربی سیاست فساد فی الارض کا سرچشمہ اور محور و مرکز ہے۔ اقتدار و منصب کسی ایک انسان کے ہاتھ میں ہو یا اس کی باگ ڈور کسی اجتماعیت کے ہاتھوں میں ہو، اگر سیاست کو دین سے الگ کر دیا جائے گا تو نتیجہ فتنہ و فساد کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ یہی قانون فطرت ہے۔ بقول علامہ اقبال،

مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لا دین
کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

قائداعظمؒ قوم کے سچے خیر خواہ تھے۔ پاکستان کے حصول کے بعد لوگوں کے منفی خیالات سن کر وہ خود حیران تھے اور 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کے دوران آپ نے اپنے فکر و تردد کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھ لوگ جان بوجھ کر کیوں شرارتاً یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیادوں پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول آج بھی اسی طرح قابل قبول ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے''۔ اب کئی مواقع پر پیش کیے ہوئے اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق ملک کا نظام تشکیل دینے کی تقاریر سے صرف نظر کر کے کسی ایک تقریر میں اپنے مفادات کی خاطر قطع و برید کر کے اس کو قوم کے سامنے تواتر سے پیش کرتے رہنا، کیا یہی احسان مندی ہے؟ کیا یہی کسی کے اخلاص اور قربانیوں کا صلہ ہے؟ اور کیا یہی آئین وفاداری ہے؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

☆☆☆


## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد'' میں

7 تا 9 فروری 2014ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

## مدرسین تربیتی کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ مدرسین اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 041-2624290, 0321-9620418

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042) 36316638 36366638

## ''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے''

## قیام اسرائیل کے لیے

# خلافت کے خاتمہ اور جنگ عظیم کا منصوبہ

غلام خیر البشر فاروقی

1895ء میں یہودیوں کی پہلی عالمی کانفرنس سوئٹزرلینڈ میں منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر ہرزل نے یہودی ریاست کے قیام کا منصوبہ بنایا۔ اگلے سال 1896ء میں بمبئی (متحدہ ہندوستان) میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی، جس پر قابو پانے کے لیے معروف یہودی ماہر ڈاکٹر ہفکن بمبئی پہنچا، جس نے وہاں پرنس آغا خان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ترکی کے حکمران سلطان عبدالحمید سے فلسطین میں یہودیوں کے ہاتھ کچھ اراضی فروخت کرنے کی استدعا کریں۔ ڈاکٹر ہفکن (Haffkins) نے آغا خان کو پیرس میں یہودی رہبوں کے نام تعارفی خطوط دیے جہاں مسودہ پیغام تحریر ہوا، جس کے مطابق ارضِ فلسطین میں یہودیوں کو زمین دینے کے بدلہ میں یہودی ترکی کے قرضوں کی تمام ادائیگی کر دیں گے وغیرہ۔ جب زیرک مسلمان ترک حکمران نے اس مطالبہ اور پیشکش کے جواب میں ارضِ مقدس کا ایک انچ بھی یہودیوں کو دینے سے انکار کر دیا، تو 1905ء میں انہوں نے پہلی جنگ عظیم کا منصوبہ بنایا (باقاعدہ شائع ہوا۔) جس کی منصوبہ بندی اور تفصیل کچھ یوں تھی: (یاد رہے کہ عالمی جنگیں ''پروٹوکولز 1894ء کی فزیبلٹی کی بنیادی ضرورت تھیں جس کے بغیر 'بات آگے جا ہی نہیں سکتی'۔)

1۔ عالمی جنگ ہوگی جس میں برطانیہ یقیناً حصہ لے گا۔

2۔ ترکی کو برطانیہ کے خلاف ہر حال میں صف آراء کیا جائے گا۔

3۔ ترکوں کو ہر حال میں شکست دی جائے گی۔

4۔ اقوام متحدہ (League of Nations) کی تشکیل کی جائی گی۔

5۔ برطانوی راج کی سرپرستی میں فلسطینی اسرائیل ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

دوران جنگ ایک پروگرام تشکیل دیا گیا، جس کے پہلے مرحلے میں روس کے اندر بالشویک انقلاب لایا گیا جو بالآخر کیمونزم بنا اور آخری مرحلے کے حوالے سے طے کیا گیا کہ فلسطین میں یہودی حکومت...... اسرائیل کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ (کیمونزم کا مادہ دراصل لفظ کیمون ہے، جو یہودیوں کا مذہبی ادارہ ہے۔ سرخ رنگ سے مراد یہودہ ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخبری کی تھی) دوسری جنگ عظیم کے بعد تاج برطانیہ کے زیر سایہ 1948ء میں اسرائیل کی حکومت بھی تشکیل دے دی گئی۔ اسرائیلی حکومت کے لیے سرمایہ شارک نے فراہم کیا۔ افرادی قوت شعبہ تخریب اور مشترکہ سیاسی لیڈروں نے فراہم کی۔

یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ کیمونزم بھی دراصل

> بقائے پاکستان کے لیے اوّلین ضرورت یہودی شارک سے بچنا ہے۔ ہر طرح کے سود سے مکمل اجتناب ہی ہمیں شارک کے حملہ سے بچا سکتا ہے

یہودیوں کا منصوبہ ہے۔ اس بارے میں چند حقائق ملاحظہ ہوں:۔

☆ ''......کیمونزم کی روح دراصل یہودیت کی روح ہے۔'' (انیسویں صدی اور بعد (لندن) از پروفیسر ایف اے اوسینڈوسکی، صفحہ 29، جنوری 1926ء)

☆ ''...... یہودیوں کا ابدی حق ہے کہ وہ دنیا پر حکمرانی کریں اور باقی سب ان کے غلام ہیں۔'' (رپورٹ کمیٹی برائے یہودی حقوق، نیویارک، صفحہ 99، 100 (1939ء از ہیری والسن)

☆ ''ہر جگہ خوشدلی سے روس کی سرخ فوج کا استقبال کرتے وقت یہودی اس کی روز بروز مستحکم حیثیت کے لیے دعا کرتے ہیں، تا آنکہ ان کے بدترین دشمنوں کا قلع قمع ہو جائے۔ پوری آزاد دنیا روسی افواج کی عظمت کو سلام کرتی ہے اور یہودی اس سے بھی زیادہ۔'' (دی نیو جوویا لندن، صیہونی تنظیم، فروری 1943ء صفحہ 66-67)

☆ ''یہودیت کے بے شمار اعضاء و جوارح کیمونزم کی ترویج کے لیے قوت فراہم کرتے ہیں۔'' (ڈاکٹر آسکر لیوی، رشین ریوولیوشن، صفحہ ix آکسفورڈ 1920ء)

☆ ''اسرائیل نے دوسری جنگ عظیم میں سرخ فوج کی شمولیت کی یاد منانے کے لیے، سرخ فوج کا جنگل، تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔'' (زائیونسٹ ریویو، لندن، جون 30، 1950ء، صفحہ 13، زائیونسٹ فیڈریشن آف برٹن اینڈ آئرلینڈ)

☆ ''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ٹیکنالوجی اور سائنس کے شعبہ میں جس قدر لوگ پوری دنیا میں ہیں، صرف روس میں اس سے دس گنا اس میدان میں یہودی ہیں۔'' (ڈاکٹر ہائمن لیوی، جیوز اینڈ دی نیشنل کولیشن، لندن، صفحہ 81، 58)

☆ ''کیمونسٹ پارٹی نے اپنی تاسیس ہی سے یہودیوں کو اپنی صفوں میں سمونے کی انتھک کوشش شروع کر دی ہے۔'' (ڈاکٹر الیگزینڈر، ایس کوہنکی، یہودی، امریکن، جیوش کمیٹی 1940ء صفحہ 471 مضمون، ان کنٹمپریری جیوش ریکارڈ قارئین! یہ ریکارڈ صرف بیسویں صدی کا ہے جو اپنی جگہ لاگو ہو کر ختم ہو بھی چکا ہے جیسا کہ کیمونزم۔)

O پاکستان کو پنجۂ یہود سے بچانے میں اگر ہم مخلص ہیں تو ہمیں پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام لانا ہوگا۔ بحیثیت مسلمان اپنی اقدار کی پاسداری ہی ہمیں ان کے شیطانی منصوبوں سے محفوظ رکھنے کی ضمانت فراہم کر سکتی ہے۔ ہمیں مزدور کو مسلمان مزدور بنانا ہوگا۔ حلال کمائی،

محنت میں عظمت و عبادت کے جذبے سے اخلاقی معاشرہ تشکیل دیا جانا ضروری ہے۔

☆ بقائے پاکستان کے لیے اوّلین ضرورت یہودی شارک سے بچنا ہے۔ ہر طرح کے سود سے مکمل اجتناب ہی ہمیں شارک کے حملہ سے بچا سکتا ہے۔ (خدارا! اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ ختم کیجیے۔)

☆ زرعی اجناس کو کسی قیمت پر بھی برآمد نہ کیا جائے (الا یہ کہ فاضل ہوں) تاکہ ملک کے اندر خوراک کی اشیاء کی قیمتوں میں اعتدال اور استحکام پیدا ہو۔ (جدید ٹیکنالوجی لازم کی جائے۔)

☆ پاکستانی آئین کی دفعات 60/62 پر عمل کیا جائے اور ''فراری'' شقیں ختم کی جائیں......!!

☆ ذرائع ابلاغ، اخبارات و جرائد، ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہر چیز دینی اخلاق فاضلہ سے آراستہ قوم تیار کرے، خلاف ورزی پر سزا ہو، تاکہ یہود کے خرید کردہ لوگوں کی ان اداروں میں دال نہ گل سکے۔ اگرچہ یہ کام آسان نہیں، یہ نہایت مشکل ہے، اس لیے ہے کہ انسانیت بُری طرح مادیت کی دلدل میں دھنس چکی ہے۔

اگر ہمیں مستقبل کی امین نوجوان نسل کو ایک زندہ قوم کی امانت کے طور پر، 21 ویں صدی کے سپرد کرنا ہے تو یہود کی ہنود و نصاریٰ کی معاونت سے تیار سازشوں سے چوکنا رہنے اور اپنے اندر قدم بہ قدم اُن کے مقابلہ کی اہلیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آج مومنانہ بصیرت کو زحمت نہ دی تو کل کا مؤرخ وہی کچھ لکھ کر تاریخ کا پیٹ بھرے گا جو سپین کی 700 سالہ مسلمان حکومت کے خاتمہ کے بعد لکھ کر ثبوت فراہم کر چکا ہے۔ (یعنی ع تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!!)

اکیسویں صدی کو یہودیوں نے اپنی صدی قرار دے رکھا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قیامت قائم ہونے سے قبل ضرور بضرور بنی اسرائیل نے ساری دنیا پر ''بادشاہت'' کرنی ہے! (جس کے لیے انہیں القاء ''ابلیس'' سے آج شیطان نے منظم و مزین کر دیا ہے) ......!!2012ء دنیا کے خاتمے کا ''پراپیگنڈا گپ نہیں ہے، بلکہ منفی ایٹمی تجربات سورج اور زمین کے درمیان بھی جاری ہیں۔ 2007 سے یہودی مصنوعی ''مقناطیسیت'' کے حوالے سے زمین کا درجہ حرارت بڑھا کر گلیشیئر پگھلانے، سونامی لانے، زلزلے لانے اور دنیا کی پس ماندہ اقوام و آبادیوں کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ وہ مصنوعی طوفان، سیلاب اور زلزلے، سونامی آفات پیدا کرنے کی مشقیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم) شیطانی سوسائٹیاں اب بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ آتشیں شیشوں (Burning Glass) یا Convex Len سے شعاعوں کو سمیٹ کر آگ لگائی جاسکتی ہے۔ اس فارمولا سے ''شیطانی'' سائنسدان دنیائے انسانیت کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ عام مشاہدہ ہے کہ اس چھوٹے سے فارمولا سے شعاعوں کو مجتمع کر کے پورے علاقے کو بھسم کیا جاسکتا ہے (جیسا کہ کاغذ کے دائرے کو)۔ سورج کی شعاعوں کا یہ مجموعہ یا اجتماع اس محدود رقبے میں حرارت پیدا کر دیتا ہے جس سے کاغذ جل جاتا ہے۔ اسی فارمولا کو وسعت دے کر یہودی گلیشئر پگھلانے کے لئے استعمال کریں گے، جس سے قدرتی و فطرتی توازن بگڑ جائے گا۔ یہ مثال انتشار اور اجتماع کے درمیان فرق بھی ظاہر کرتی ہے۔ کہ ایک ہی چیز اگر منتشر حالت میں ہو تو وہ ''بے وزن ہے'' (جس طرح آج مسلمان ہیں) لیکن اگر اسے اکٹھا کر دیا جائے تو وہ اتنی طاقت بن سکتی ہے کہ جس کا کوئی توڑ نہیں۔ اگر امت مسلمہ آج بھی اپنی قوت یکجا کر لے تو اس ناچیز کا یقین ہے کہ شیطانی منفی قوتوں کا روحانی توڑ (قوت ایمانی) سے مقابلہ ممکن ہے۔ (ختم شدہ)

**شہید کی پکار**

## میرے بعد میرے بیٹو! یہ جہاد کرتے رہنا!

میں تمہارا سرپرست ہوں، اگر حکومت مجھے غیر قانونی طریقے سے قتل کر دے یا پھانسی دے دے تو یہ ایک شہید کی موت ہوگی۔ شہادت، جس کی مجھے آرزو ہے۔ شہادت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ اگر میرا رب مجھے شہادت عطا کرتا ہے تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ یہ پروردگار کی جانب سے میرے لیے سب سے بہترین تحفہ ہوگا۔ میرے بعد اللہ پاک تمہارا نگہبان ہے اور وہی بہترین نگہبانی کرنے والا ہے۔

میں اس حوالہ سے بالکل بے گناہ ہوں، جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستارے۔ یہ مجھے اس لیے سولی پر چڑھانا چاہتے ہیں کیونکہ میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے تحریک چلا رہا ہوں۔ میرے سولی پر چڑھنے سے اگر اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوتی ہے تو اسے میں باعثِ سعادت سمجھوں گا۔ میرے خون کا بدلہ یہی ہے کہ بنگلہ دیش کے اندر قانونی و آئینی ذرائع سے اسلام کو پھیلانے اور اللہ کے دین کو سربلند کرنے کی جدوجہد کو جاری رکھا جائے۔

میں اپنی ذات کے لیے بالکل فکرمند نہیں۔ مجھے فکر ہے تو اس قوم کی۔ اسلامی تحریک کی۔ یاد رکھو! میں نے زندگی مین ایسی کوئی غلطی یا جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا ہے جس کا یہ مجھ پر الزام لگاتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی اسلامی تحریک کے لیے وقف کی۔ میں لاقانونیت کے سامنے کبھی سر نہیں جھکا سکتا۔ میرا سر صرف ایک اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہی جھکتا ہے۔ میرے لیے کوئی آنسو نہ بہائے۔ میرے لیے کسی بھی اتھارٹی سے رحم کی اپیل نہ کرنا۔ کیوں کہ زندگی اور موت دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ میں کسی ایک فرد کے فیصلے کی وجہ سے سولی نہیں چڑھایا جا رہا بلکہ پروردگار نے میری شہادت کی تاریخ اور وقت مقرر کر دیا ہے۔ میں ہر حال میں اپنے رب کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ پریشان نہ ہو اور غم نہ کرو۔ تم سب صبر کرنا اور ہمت سے کام لینا۔ کیونکہ صبر کرنے والوں پر اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوششیں جاری رکھنا۔ ہمیں صرف آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ ان شاء اللہ ہم جنت میں ہمیشہ اکھٹے رہیں گے۔ میں دعائے خیر کرتا ہوں ان ساتھیوں کے لیے جنہوں نے میرا ساتھ دیا۔ میری شہادت کے بعد کارکن پُرامن رہیں۔ تشدد نہیں ہونا چاہیے۔ (عبدالقادر مُلّا)

# The Good Cop switches roles: Another Sleight of Hand (Part I of II)

**Ibn-e-Abdul Haq**

Ever since his last few months in office as the CM of Punjab, Mian Shahbaz Sharif, the CM of Pakistan's largest province and the younger brother of the now PM, Mian Nawaz Sharif, has been taking a series of weird steps under the pretext of the 'Turkish Model of Development'. Obviously enough, a close friend of ex-President Pervez Musharraf during the late 90s, whose notorious idealism of Kamal Ataturk's vision of a Secular Turkey is no secret, CM Sharif started unveiling his real agenda and showed no love lost with Turkey and its Secular Constitutional model. Secular India too proved to be a favorite. The ruckus first appeared in the limelight during the final few months of the last regime when Mr. Sharif tried his best to distort the educational curriculum prevalent in Pakistan, an Islamic Republic by Constitution, and after that attempt failed thanks to the hue and cry of the religious parties and the masses of the country at large, he has been up to one decision or another – wave after wave – to paint what he labels as a 'moderate' and 'liberal' vision *(or version)* of Pakistan – otherwise known as 'Secularism'. And then there were elections and the 'Metro Bus' lollipop worked. PML-N came back into power, only this time it was with a larger majority and in both the Centre and the largest province. Mr. Shahbaz Sharif ironed and wore his CM of Punjab cloak again and continued from where things had been left.

**Therefore, holding meetings to pretend showering his love and admiration for Islamic Ideals in the country *(courtesy: an article in the NEWS)*, while clandestinely pursuing every possible cog of the liberal-secular agenda can only fool the cattle, for actions speak louder than words.**

What follows is merely a taster of the flabbergasting policy-shifts endeavored to or already endorsed by CM Sharif in what we know as 'The Islamic Republic of Pakistan':

- Proposing 'Educational Reforms' in the curricula of 'History' and 'Islamiyat' towards 'moderation'. (Yet our curriculum on natural sciences is eons behind the West, which surprisingly, yet obviously is not part of any reform agenda whatsoever).
- Opening the floodgates of Liberal-Secular Turkish culture in Pakistan via the print and particularly the electronic media.
- Centering his provinces' policy of trade, commerce and general 'friendship' towards India at the expense of throwing the still-unsolved issue of Kashmir into the garbage bin of history, while hundreds of thousands of Muslims are living miserably under Indian occupation, thus ceding all claims to a UN-backed resolutions of a plebiscite in the region.
- Selecting aides and advisors unwisely (or wisely as per his agenda). Those with hatred for an Islamic Republic of Pakistan brewing to the point of infusion in their hearts. His party's unanimous choice as the caretaker CM of Punjab, whose anti-Islam and anti-Pakistan views are no secret, sans any objection was like waking up from a nightmare. The ultra-secular and liberally-fascist (yes, liberals often act as fascists: read Goldberg or Coffey for evidence or simply listen to these so-called pseudo-liberals speak!)

Najam Sethi being his party's choice! Certainly, Mr. Sharif and his party's cow can jump over the moon. It would be befitting to pen down some examples of Mr. Sethi's ideology and what was

expected of him while sitting at the Top Post in Punjab:

- Najam Sethi is a leading member of SAFMA which is notorious for its anti Nazria-e-Pakistan and anti-Islam campaigns.
- He is Editor-in-Chief of two ultra-secular English Newspapers, The Friday Times and Daily Times, and an ultra-secular Urdu newspaper AajKal.
- The editorials of his newspapers constantly argue for peace with India and support the US-led war against the Afghan Taliban, who, in his words, are 'terrorists'. (We wonder why he never speaks against the Emir of Qatar!)
- He is a vocal supporter of 'targeted' drone attacks in Pakistan.
- On one occasion in the 1990s, Newsweek Magazine described him as a "crusading editor". (So what. If Obama can get the Nobel Prize for Peace…)
- In 1978 he established Vanguard Books, an independent, liberal-secular publishing house, which has published over 400 titles since then in history, politics and economics. (We can only guess what sort of books would get the nod to be published)
- He runs the Gossip and Disinformation TV show Aapas ki Baat on Geo News.
- He was an avid supporter of Dogar Courts during ex-president Musharraf's Emergency Plus.
- He was a close friend and ally of the infamous blasphemer, the late Salman Taseer.

**(To be concluded)**

**تنظیم اسلامی کا پیغام**

**نظام خلافت کا قیام**


تازہ شمارہ
(جنوری تا مارچ 2014ء)

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حکمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ـ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے کے خصوصی مضامین

انسدادِ سود کا مقدمہ - ہم کہاں کھڑے ہیں؟ — حافظ عاطف وحید
مؤمن، مؤمن کا آئینہ ہے — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
ایمان کا قرآنی تصور — نذیر احمد علائی
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ڈاکٹر محمد جنید ندوی
تعمیرِ خودی (۲) — مدثر رشید
سیرتِ نبویؐ اور مستشرقین — ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35869501-3

اُسوہ و سیرتِ رسول اکرم ﷺ پر
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی چند تالیفات

مکتبہ خدام القرآن لاہور قرآن اکیڈمی، 36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: +92-42-35869501-3
ای میل: maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org